Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

مصلح موعود نمبر

عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی   راز وصال یار بتایا کرے کوئی

عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی   راز وصال یار بتایا کرے کوئی
عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی   راز وصال یار بتایا کرے کوئی

Peace Conference Held at Chicago East

Subaidar Abdul Ghafoor Sahib

Major General Dr. Nasim Ahmad

فروری 2014

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ اَنۡجٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ وَیُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَیَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ ؕ

(سورہ ابراھیم: 7)

اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب اس نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات بخشی وہ تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو تو ہلاک کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 73}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے
مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد
مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی
ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا
معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ وَ اَنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ○

(النور:20-21)

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ :

”جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مَنْ قَالَ هَلَکَ الْقَوْمُ فَهُوَ اَهْلَکَهُمْ یہ درحقیقت آپ نے بہت بڑا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا تھا۔ اگر قوم کے لیڈر اس حدیث کو ہی یاد رکھتے اگر وہ اپنی قوم کو مایوس نہ کرتے۔ اگر وہ اپنی جہالت سے اُن کو یہ نہ کہتے کہ تمہارے لئے اب ترقی کا کوئی امکان نہیں۔ تو مسلمان روحانی میدان میں بھی آگے رہتے۔ اقتصادی میدان میں بھی آگے رہتے۔ علمی میدان میں بھی آگے رہتے اور سائنٹیفک میدان میں بھی آگے رہتے۔ مگر ہمارے ہاں تو یہاں تک مصیبت بڑھی کہ مذہب تو الگ رہا مسلمانوں نے دنیوی علوم بھی پہلے لوگوں پر ختم کر دیئے۔ بوعلی سینا کے متعلق کہہ دیا کہ اُس نے طب میں جو کچھ لکھ دیا ہے اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ منطق کے متعلق کہہ دیا کہ اس بارہ میں فلاں منطقی جو کچھ لکھ گیا ہے اُس کے بعد منطق کے علم میں کوئی زیادتی نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سارے علوم کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ اُن کے متعلق پہلے لوگ جو کچھ لکھ چکے ہیں۔ اُن سے زیادہ اب کوئی شخص نہیں لکھ سکتا۔ گویا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ هَلَکَ الْقَوْمُ جو کچھ پہلوں کو مل گیا وہ اب دوسروں کو نہیں مل سکتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان بالکل تباہ ہو گئے۔ نہ مسلمانوں میں خدا پرست رہے۔ نہ مسلمانوں میں فقیہہ رہے۔ نہ مسلمانوں میں قاضی رہے نہ مسلمانوں میں عارف رہے۔ نہ مسلمانوں میں محدّث رہے کیونکہ جو چیز بھی تھی اُسے گزشتہ لوگوں پر ختم کر دیا گیا اور قوم کو مایوس کر دیا گیا۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے قوم کی اصلاح کا یہ ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جس فعل کو روکنا چاہو تم اُس کی تشہیر کو روکو اور قوم کو مایوسی کا شکار نہ ہونے دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر بدی کی جڑ کو پکڑتا ہے اور اُسے اکھیڑتا ہے۔ اسی کے مطابق قرآن کریم بتاتا ہے کہ جس بدی کو تم روکنا چاہو اُس کے اہتمام کو روکو اور اسی کا اُلٹ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جس نیکی کو قائم کرنا چاہو اُس کی عظمت اور اہمیت پھیلاؤ مثلاً نماز ہے۔ اس کے متعلق کہا جائے کہ ایسے اہم فریضہ کو کون چھوڑ سکتا ہے؟ یا چوری ہے اس کے متعلق کہا جائے کہ کیا اتنا بڑا گناہ کوئی کر سکتا ہے؟ اس قسم کی باتیں جس شخص کے کان میں بھی پڑیں گی وہ انکو بہت اہم سمجھے گا اور ان کے متعلق احتیاط سے کام لے گا۔ تم اپنے اندر اس کے مطابق تغیر کر کے دیکھ لو۔ تین چار سال میں ہی تمہیں اپنے اندر بہت بڑا فرق نظر آئے گا۔ اور تمہیں محسوس ہوگا کہ افرادِ جماعت میں پہلے سے زیادہ بیداری پائی جاتی ہے پہلے سے زیادہ اُن میں نیکیوں کو اختیار کرنے اور بدیوں سے بچنے کا جذبہ پایا جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ اُنکے اخلاص اور ایمان میں ترقی ہوگئی ہے۔ جماعتی چندوں کو ہی دیکھ لو۔ اگر عام طور پر یہ ذکر ہو کہ لوگ چندہ نہیں دیتے تو یہ معمولی بات سمجھی جائے گی لیکن اگر یہ کہا جائے کہ کوئی شاذ ہی ہوگا جو چندہ نہ دیتا ہو تو ہر ایک کو اس کی اہمیت کا احساس ہوگا اور وہ چندہ میں کمزوری نہیں دکھائے گا۔

اسی طرح یہ گُر سب نقائص اور کمزوریوں پر حاوی ہے۔ اور تمام خرابیوں کی اس کے ذریعہ اصلاح ہو سکتی ہے۔ تم جس فعل کو روکنا چاہو اس کے اہتمام کو روکو اور اس کے اُلٹ جس نیکی کو قائم کرنا چاہو۔ اُسی کو پھیلاؤ۔ اور اُسے اہمیت دو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ فرائض کی ادائیگی پر کسی کو کوئی خاص عظمت نہ دو۔ مثلاً کوئی شخص حج کر کے آتا ہے تو یہ نہ کہو کہ یہ بڑا نیک اور پارسا ہے کیونکہ حج کرنا تو اس کا فرض تھا جسے اُس نے ادا کیا۔ اسی طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ ہے۔ ان کو ادا کرنے کی وجہ سے کسی کی تعریف نہ کرو۔ کیونکہ اگر اُنکی وجہ سے کسی کی تعریف کی جائے گی کہ وہ بڑا نیک اور پارسا ہے تو جو انکو ادا نہیں کرتا وہ کہے گا کہ اچھا میں ایسا نیک اور پارسا نہ سہی معمولی مسلمان تو ہوں لیکن جب اُن کا ادا کرنا ہر ایک مومن کا فرض بتایا جائے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ ان کو ادا کئے بغیر تو میں معمولی مسلمان بھی نہیں بن سکتا۔ پس اس بات کو یاد رکھو اور جو نواہی ہیں اُن کے اہتمام کو برا سمجھو اور انہیں کبھی اپنی قوم میں پھیلنے نہ دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تھوڑے ہی عرصہ میں تمہارے اندر ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جائے گا۔ اور تم قومی اصلاح کے کام میں کامیاب ہو جاؤ گے۔“ (تفسیر کبیر جلدششم صفحہ 279-280)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات کو عبادت کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر اور ثناء کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے:

☆ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، مِنْ ھَمزِہٖ وَنَفخِہٖ ونَفثِہٖ۔ (ترمذی کتاب الصلوٰۃ)

مَیں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ راندے ہوئے شیطان سے، اس کے بدخیالات سے، بداثرات سے اور بری باتوں سے۔

حضرت عاصمؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ رات کی نماز کیسے شروع کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ حضور ﷺ جب نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو دس دس مرتبہ تسبیح، تحمید اور استغفار کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے:

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الْمَقَامِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (نسائی کتاب قیام اللیل)

اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما اور عافیت سے رکھ اور مَیں قیامت کے روز کی تنگی اور سختی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دُعا کیا کرتے تھے:

☆ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَااَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاؤُا اِسْتَغْفَرُوْا۔

(مسند احمد مطبوعہ بیروت جلد6صفحہ129)

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب برائی کریں تو بخشش چاہیں۔

رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔ آپؐ فرماتے ہیں مجھے میرے ربّ نے یہ دُعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیراتِ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ،

وَاِذَا رَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ مساکین کی محبت مجھے عطا کر۔ اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں ڈالے میری روح قبض کرلے۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خُدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مُجھ کو یہ تُو نے بارہا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

مری اولاد سب تیری عطا ہے ہر اِک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے یہی ہیں پنج تن جن پر بِناء ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

دِیے تُو نے مجھے یہ مہر و مہتاب یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دِکھا یا تُو نے وہ اے ربِّ ارباب کہ کم ایسا دِکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اَے میرے ہادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

میں کیونکر گِن سکوں تیرے یہ انعام کہاں ممکن ترے فضلوں کا ارقام
ہر اک نعمت سے تُو نے بھر دیا جام ہر اِک دُشمن کیا مردُود و ناکام
یہ تیرا فضل ہے اَے میرے ہادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دِن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مَہ سے اندھیرا دِکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

مِری ہر بات کو تُو نے چلا دی مِری ہر روک بھی تُو نے اُٹھا دی
مری ہر پیش گوئی خود بنا دی تَـرٰی نَسۡلًا بَـعِیۡـدًا بھی دِکھادی
جو دی ہے مُجھ کو وہ کس کو عطا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پیشگوئی مصلح موعود

’’مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جوتُو نے مجھ سے مانگا۔ سومَیں نے تیری تضرّعات کوسُنا۔اور تیری دُعاؤں کواپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔اور تیرے سفرکو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔سوقدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اوراحسان کانشان تجھے عطا ہوتا ہے۔اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر! تجھ پرسلام۔خدانے یہ کہا تا وہ جوزندگی کے خواہاں ہیں۔موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تاحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔اور خدا کے دین اوراس کی کتاب اوراس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کوانکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ایک کھلی نشانی ملے۔اور مجرموں کا راہ ظاہر ہوجائے۔سو بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نوراللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دَولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزندِ دلبند گرامی ارجمند۔مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور۔جس کوخدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔‘‘

(اشتہار 20فروری1886مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی روایات کے حوالہ سے ان کی بعض رؤیا کا ذکر جن کا خصوصیت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے تعلق ہے اور جن میں پیشگوئی مصلح موعود کی صداقت اور آپ کی خلافت سے متعلق پہلے سے خبریں دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیشہ ان کی نسلوں کو بھی ان کی دعاؤں کا وارث بنائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جماعت کے تمام افراد کو بھی ہر قسم کے شر اور فتنہ سے بچائے اور خلافت احمدیہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 15 رفروری 2013ء بمطابق 15 تبلیغ 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اور روایات کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، اُس کے مَیں نے مختلف عنوان بنائے تھے، جو بیان ہوتے رہے۔ آج کا خطبہ اس سلسلہ کا آخری خطبہ ہوگا۔ ویسے مَیں نے متعلقہ لوگوں کو کہا ہے کہ رجسٹر دوبارہ چیک کر لیں۔ اگر کچھ روایات رہ گئی ہوئیں تو پھر کسی وقت بیان ہو جائیں گی۔

یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ یہ خطبات فروری کے مہینہ میں ختم ہو رہے ہیں اور جن روایات پر ختم ہو رہے ہیں اُن کا تعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ایک دو روایات مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کر دی تھیں اور آج تقریباً ساری ہی وہ روایات ہیں یا رؤیا ہیں، جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہیں۔ پانچ دن کے بعد یومِ مصلح موعود بھی منایا جائے گا۔ 20 رفروری کو جماعت میں منایا جاتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش تھی بلکہ اس لئے کہ 20 رفروری کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی جو پیشگوئی فرمائی تھی، یہ اُس کا دن ہے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دلیل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 20 رفروری کی نہیں تھی۔

بہرحال یہ جو روایات مَیں بیان کرنے لگا ہوں ان میں حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کے بارے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تسلیاں دلوائیں۔ جو لوگ پہلے غیر مبائعین میں شامل ہوئے تھے اُن کی پھر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور وہ دوبارہ بیعت میں آ گئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنا زمانہ گزارا ہے تو وہ بڑی سختیوں اور پریشانی کا دَور تھا۔ شروع میں انتخابِ خلافت کے وقت جو فتنہ اُٹھا، اس میں جو بڑے بڑے علماء کہلاتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے قریبی بھی تھے وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے، خزانہ لے کے چلے گئے اور پھر مختلف وقتوں میں اندرونی اور بیرونی فتنے بھی اُٹھتے رہے۔ لیکن ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے شاملِ حال رہی۔ یہ اولوالعزم ہر فتنہ اور

ہرتختی کا بڑا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ آخر وہی جماعت ترقی کرتی رہی جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید تھی اور جو خلافت کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس طرح ترقی کر رہی ہے۔

آج کی جو روایات ہیں، اب مَیں بیان کرتا ہوں۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ فرماتے ہیں۔ انہوں نے 1894ء میں بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ ''مَیں نے رؤیا میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں دیکھا تھا جو حضرت محمود کی خلافت کے متعلق تھا۔ جب حضرت خلیفہ اوّلؓ کو چوٹ لگی اور آپ کو ماشرہ کی تکلیف ہوئی۔ (یہ بیماری ہے خون کے دباؤ میں یا جسم میں کسی وجہ سے سوجن وغیرہ ہو جاتی ہے اور پیٹ کی بھی خرابی ہوتی ہے) بہرحال کہتے ہیں آپ کو ماشرہ کی تکلیف ہوئی تو مَیں نے حضرت محمودؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ اقرار کیا تھا کہ مَیں آپ کا پہلا غلام ہوں۔ تو مجھے آپ نے فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ تو جناب شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی نے بتلایا کہ ان کو بذریعہ رؤیا اور الہام کے یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم نے محمود کو خلیفہ بنا دیا ہے''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 76-75 از روایات حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

حضرت امیر محمد خان صاحبؓ۔ پچھلی روایتوں میں بھی ان کی روایتیں، امیر خان صاحب کے نام سے پڑھتا رہا ہوں۔ ان کے کسی عزیز نے مجھے لکھا کہ ان کا نام امیر محمد خان تھا۔ تو بہرحال روایت میں لکھنے والے نے تو شروع میں امیر خان ہی لکھا ہے لیکن آگے روایتوں میں ان کے ایک خط کا ذکر آتا ہے اُس سے پتہ لگتا ہے کہ اصل نام ان کا امیر محمد خان ہی ہے۔ بہرحال انہوں نے 1903ء میں بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ 23 رنومبر 1913ء کو مَیں نے خواب کے اندر ایک سرس کا درخت دیکھا جس کے ساتھ کچھ بڑی بڑی خشک پھلیاں لٹک رہی تھیں جس کی کھڑ کھڑاہٹ سے اس قدر شور پڑ رہا تھا کہ کسی کو آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی جس سے وہ تمام سوکھی ہوئی پھلیاں جھڑ گئیں۔ اس پر حضرت اولوالعزم نے فرمایا (یعنی حضرت مصلح موعود نے خواب میں ہی فرمایا) کہ شیطان کا گھر اُجڑ گیا، برباد ہو گیا۔ اب زمین سے سبزہ اُگے گا اور غلبہ پیدا ہو گا اور میوے لگیں گے۔ اس پر بعض اشخاص نے ان خشک پھلیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ نے ان کو شیطان کا گھر کیوں کہا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت اولوالعزم نے فرمایا کہ انہیں مَیں نے شیطان کا گھر نہیں کہا، انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شیطان کا گھر ہی کہا ہے۔ اس کے بعد مَیں نے حکیم محمد عمر صاحب کو بڑی بلند آواز کے ساتھ (یہ خواب کا ذکر کر رہے ہیں، خواب میں ہی) حضرت صاحب کی پیشگوئیاں لوگوں کو سناتے دیکھا جو کہ پوری ہو چکی تھیں اور جن کو آئندہ کی پیشگوئی کی صداقت میں بطور دلیل کے پیش کر رہے تھے۔ جن کے سننے سے سامعین کے دلوں میں ایک سکینت اور سرور پیدا ہو رہا تھا۔ کہتے ہیں سو الحمدللہ! یہ خواب تقررِ خلافتِ ثانیہ کے وقت ہو بہو پورا ہوا اور مولوی محمد علی صاحب مع اپنے رفقاء کے، جنہوں نے خلافت کے خلاف شور برپا کر رکھا تھا، جماعت سے الگ ہو گئے بلکہ قادیان سے بھی نکل گئے۔ جن کے نکلنے کے بعد احمدیت خلافتِ ثانیہ کے ذریعہ چاردانگِ عالم میں پھیل گئی''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 148-147 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

حضرت امیر محمد خان صاحبؓ ہی بیان فرماتے ہیں کہ ''24 رفروری 1912ء بدھ وار کی رات خواب کے اندر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ (یہ جس خواب کا ذکر کر رہے ہیں، یہ حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی کی خواب ہے) کہ جب مبارک موعود آئے گا تو تخت نشین کیا جائے گا۔ اس سے مراد ہم تو جارج پنجم کی تخت نشینی لیتے تھے لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ مبارک موعود سے مراد صاحبزادہ میاں محمود احمد ہیں اور تخت نشینی سے مراد آپ کی خلافت ہے۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی خلافت کے وقت تو دنیا میں کوئی زبردست زمینی یا آسمانی نشان ظاہر ہونا چاہئے تھے۔ تب تفہیم ہوئی کہ نشان بھی پورا ہو جائے گا۔ صاحبزادہ صاحب کی خلافت کے ذکر سے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ بشاش ہو رہا تھا اور مَیں بھی خوش ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مَیں تو مبارک موعود کا ظہور کسی دُور کے زمانے میں سمجھتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ خوش وقت بھی میری زندگی میں ہی مجھے نصیب ہوا۔ پھر خواب کے اندر خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ تو حضرت مولوی صاحب ہیں، میاں صاحب کس طرح خلیفہ ہو گئے۔ تب تفہیم ہوئی کہ خلیفہ اوّل نے تو بہت بوڑھے ہونا نہیں کیونکہ خدا کے پیارے ارزلِ عمر کو نہیں پہنچتے''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 143-142 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

بعض لوگ موعود کا سوال اُٹھا دیتے ہیں تو ان کو اُس زمانے میں بھی خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا۔

حضرت خیر دین صاحبؓ جن کی بیعت 1906ء کی ہے، فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ گیارہ کرم لمبا ہو گیا ہے۔ (کرم ایک پیمانہ ہے جو دیہاتوں میں زمینوں کی پیمائش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ساڑھے پانچ فٹ کا۔ یعنی پچپن ساٹھ فٹ لمبا ہو گیا) اس میں بتایا ہے کہ خدا نے ان کو غیر معمولی طاقت عطا فرمائی ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اسی حالت میں دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک مغرب کی طرف ہے اور ایک چھوٹی سی دیوار پر رونق افروز ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا اس واسطے روتا ہوں کہ لوگ مجھے معبود نہ بنالیں''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 161 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ ہی روایت کرتے ہیں کہ ''کچھ دن ہوئے ایک خواب دیکھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو چٹھیاں دے رہے ہیں۔ وہ چٹھیاں اُن آدمیوں کی ہیں جن کے مقام آسمان میں ہیں۔ ان کے درجہ کے مطابق ہر ایک کو چٹھی دیتے ہیں۔ مَیں نے خیال کیا کہ مَیں بھی حضور سے پوچھتا ہوں کہ آیا میرے لئے آسمان میں کوئی مقام ہے۔ چنانچہ مَیں نے پوچھا کہ حضور! میرے لئے بھی آسمان پر مقام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہارے لئے بھی آسمان میں جگہ ہے۔ ان سب باتوں سے مَیں نے یہی سمجھا ہے کہ جو کچھ خاکسار کو نظر آ چکا ہے یا نظر آ رہا ہے، یہ سب کچھ نورِ نبوّت کی شعاعوں سے ہے''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 161 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت خلیفہ نور الدین صاحبؓ سکنہ جموں فرماتے ہیں۔ دسمبر 1891ء کی ان کی بیعت ہے کہ ''مجھے 1931ء میں کشفی حالت میں ایک بچہ دکھایا گیا جس سے سب لوگ بہت پیار کرتے تھے۔ مَیں نے بھی اُسے گود میں اُٹھا لیا اور پیار کیا۔ اگرچہ وہ چھوٹا سا بچہ ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ اس کی عمر تینتالیس سال کی ہے۔ مجھے القاء ہوا کہ اس کشف میں جو بچہ دکھایا گیا ہے وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ہیں۔ 1931ء میں آپ کی عمر تینتالیس سال کی تھی۔ اور یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی اشعار میں درج ہے کہ ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہو گا ایک دن محبوب میرا

اس میں لفظ ''ایک'' میں بھی اشارہ 1931ء کی طرف ہے کیونکہ بحساب ابجد ''ایک'' کے عدد 31 ہیں۔ یعنی الف، ی، ک۔ ایک جو ہے اُس کے عدد جو ہیں وہ ابجد کے حساب سے 31 بنتے ہیں اور روحانی ترقی کا کمال بھی چالیس سال کے بعد شروع ہوتا ہے اس لئے اس کشف میں بچہ 43 کا دکھایا گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 12 صفحہ 85-84 از روایات حضرت خلیفہ نور الدین صاحب سکنہ جموں)

حضرت رحم دین صاحبؓ ولد جمال دین صاحب فرماتے ہیں، ان کی بیعت 1902ء کی ہے کہ ''خلافتِ ثانیہ کے وقت مَیں نے رؤیا دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کرسی پر بیٹھے ہیں اور میاں صاحب حضرت خلیفہ ثانی پاس کھڑے ہیں۔ تب میرے دیکھتے دیکھتے مولوی محمد علی صاحب کا چہرہ اور جسم چھوٹا ہونا شروع ہوا اور بالکل چھوٹا ہو گیا جیسے بچہ کا جسم ہوتا ہے اور حضرت میاں صاحب کا جسم بڑھتے بڑھتے بہت لمبا (یعنی آپ کے قد سے بھی زیادہ قد وغیرہ ہو گیا) اور بڑے رعب و جلال والا ہو گیا۔ تب مَیں بہت متعجب ہوا اور جس وقت صبح ہوئی تو تمام شکوک وشبہات دل سے نکل گئے اور میں نے آپ کی بیعت کر لی۔ (پہلے ان کے دل میں کچھ شکوک تھے۔) الحمد للہ علیٰ ذالک''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 34 از روایات حضرت رحم الدین صاحبؓ)

پھر حضرت امیر محمد خان صاحبؓ کی ہی روایت ہے۔ کہتے ہیں ''جن دنوں قبل از خلافت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی حج کو تشریف لے گئے تھے، اُن ایام میں مَیں نے خواب کے اندر مسلمانوں کو کفار کے ہاتھ گھرے ہوئے دیکھا۔ (یعنی کفار نے مسلمانوں کو گھیرا ہوا ہے) جب کوئی صورت چارۂ کار نہ رہی تو ہم میں سے ایک شخص آسمان کی طرف اُڑا اور وہ آسمان سے قوی ہیکل مخلوق کو ساتھ لایا جس نے آتے ہی کفار کو بھگا دیا۔ چنانچہ مَیں نے یہ خواب حضرت اولوالعزم کی خدمتِ بابرکت میں آپ کے حج کے سفر میں مکہ مدینہ میں تحریر کیا اور عرض کیا کہ حضور کا یہ سفر خدا کی رضا اور اُس کے قرب کے حصول کا ذریعہ ہو۔ اور خواب میں مَیں نے جو کسی کو آسمان پر جاتے دیکھا اس سے مراد آپ کا سفرِ حج

ہو۔ اور قوی ہیکل مخلوق کے نزول سے آپ کی دعاؤں کے ذریعہ فرشتوں کا نزول ہو جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کفّار کو نیست و نابود کرے۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ حضور نے حج سے واپسی پر مسجد نور میں تقریر فرماتے ہوئے میرے اس خط کا ذکر بھی فرمایا تھا''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 141 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

پھر حضرت امیر محمد خان صاحبؓ ہی فرماتے ہیں کہ ''20/ جنوری 1913ء کو مَیں نے نمازِ عشاء میں دعا کی کہ اے اللہ! تو مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بزرگوں کی زیارت خواب کے اندر نصیب فرما۔ جب مَیں سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں بہت سے بزرگانِ دین جمع ہیں اور سب کے سب دعا میں مشغول ہیں جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی ہیں اور آپ کے اور میرے آگے چنبیلی کے پھول ہیں جن کی ہم خوشبو لے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے فرمایا کہ پھولوں کو سونگھتے وقت ناک سے نہیں لگانا چاہئے بلکہ ذرا ناک سے فاصلے پر رکھنے چاہئیں تاکہ پھولوں کی خوشبو نفاست سے آئے''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 144-143 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

حضرت امیر محمد خان صاحب ہی کہتے ہیں کہ ''دسمبر 1913ء کی رات مَیں نے خواب میں حضرت میاں صاحب اولوالعزم کے ہمراہ ایسے گھروں کا نظارہ دیکھا جن کے نیچے سمندر گھس آیا ہے اور وہ بے خبری میں تباہی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ جن کی تعبیر منکرینِ خلافت کے انکارِ خلافت سے پوری ہوئی''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 149 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

پھر کہتے ہیں کہ ''13، 14 فروری 1930ء کی درمیانی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک زینہ پر چڑھ رہا ہوں اور میرے پیچھے حضرت اُمّ المومنینؓ صاحبہ بھی چڑھ رہی ہیں۔ جب مَیں نے حضور کی طرف دیکھا تو مَیں بوجہ آپ کے ادب کے گھبرا گیا۔ (یعنی حضرت امّ المومنینؓ کی طرف دیکھا تو گھبرا گیا۔) مگر حضرت امّ المومنینؓ صاحبہ نے از راہِ شفقت فرمایا کہ ڈرو مت۔ تم بھی ہمارے بچے ہی ہو۔ پھر مَیں ایک زینہ سے ہو کر ایک اور مکان کے اندر چلا گیا اور وہ مکان بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی مکان ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مجھے ملازمت ملتی ہے مگر تنخواہ میری سب انسپکٹری کی تنخواہ سے بہت کم ہے جسے مَیں نے مشورہ کے بعد قبول کر لیا۔ پَر مجھے ایک شخص پوچھتا ہے کہ تم نے پہلی ملازمت کس لئے چھوڑ دی۔ مَیں نے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ پھر ایک اور شخص یا وہی شخص مجھے پوچھتا ہے کہ تم دیر سے کیوں آئے؟ مَیں نے کہا کہ میرے جو مہمان آئے ہوئے تھے وہ بیمار تھے اُن کی تیمارداری کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ جس پر حضرت ام المومنینؓ صاحبہ نے فرمایا کہ تیمارداری کی وجہ سے دیر ہو ہی جایا کرتی ہے۔ پھر اس کے بعد مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مکان میں گھس آئے ہیں اور وہ شورش کرنا چاہتے ہیں۔ میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ مَیں نے تلوار سے سب کو بھگا دیا۔ پھر جب مَیں واپس اندر آیا تو دیکھا کہ ایک شخص پھر تلوار لئے اندر گھس آیا ہے۔ مَیں نے اپنی تلوار سے اُس کی تلوار کاٹ دی اور وہ عاجز سا ہو گیا۔ اتنے میں اور چند آدمی حضرت خلیفہ ثانی کو گھیرے میں لئے جا رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے آواز دی۔ مَیں نے اس ہجوم کو بھی منتشر کیا اور ایک اور شخص کو جو کہ فتنہ کا بانی مبانی تھا، اُسے تلوار سے قتل کرنا چاہا مگر وہ میری طرف منہ کر کے پیچھے کی طرف ہٹتا گیا اور مَیں بھی اُسے آگے رکھ کر اُس کی طرف بڑھتا گیا یہاں تک کہ مَیں نے اُس کو گھیر کر قتل کر دیا اور پھر جب مَیں اندر واپس آیا تو حضرت اُمّ المومنین صاحبہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے دودھ پلایا۔ ایک شخص مجھے دودھ پیتے دیکھ کر کہنے لگا کہ تم دودھ کیوں پیتے ہو؟ مَیں نے کہا کیا دودھ برا ہے۔ دودھ پینا تو بہت اچھا ہے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور مَیں نے یہ خواب بذریعہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت بابرکت میں ارسال کیا۔ حضور نے 05/03/30 کو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے ذریعہ جواب تحریر فرمایا کہ خواب اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی سلسلہ کی خدمت لے لے گا۔ اس کے بعد اپریل/30ء کو پھر مَیں نے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ بحضور سیدنا و امامنا حضرت امیر المؤمنین۔ السلام علیکم۔ (یہ شعر لکھا ہے اُس پہ کہ)

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است   زیر آں گنج کرم بنہادہ است

مستریوں کی فتنہ انگیزی اور پولیس کی ناجائز کارروائی سن کر دل قابو

سے نکلا جا رہا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا تو مَیں نے خواب میں شریروں کا ایک گروہ حضور کے گرد جمع دیکھا جسے مَیں نے بذریعہ تلوار کے منتشر کیا اور ان کے سرغنہ کو قتل کیا۔ یہ خواب مَیں نے حضور کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ جس پر حضور نے رقم فرمایا تھا کہ ''خدا تعالیٰ تم سے کوئی خدمتِ دین لے لے گا''۔ سو مَیں اس خدمت کی ادائیگی کے لئے نہایت بے تابی سے چشم براہ ہوں لیکن مَیں نہیں جانتا کہ یہ کس طرح ادا ہوگی۔ سوائے دعا اور خدا کی استمداد کے اَور کوئی ذریعہ نہیں پاتا۔ حضور سے التجا ہے کہ میرے لئے دعا فرمائی جائے کہ خدا میری کمزوریوں سے درگزر فرما کر میری دعاؤں کو قبول فرمائے اور مجھے خدمتِ دین کے حصول کا عملی موقع عطا کرے۔ والسلام امیر محمد خان، سب انسپکٹر اشتمال اراضیات، ضلع جالندھر۔ کہتے ہیں کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سات سال کے بعد میری یہ خواب حرف بحرف پوری ہوئی یعنی 1924ء میں مَیں نے ایک اعلیٰ افسر کے ایماء پر ملازمت سے استعفیٰ دیا جو بعد میں اُس کی دھوکہ دہی ثابت ہوئی کیونکہ اُس نے بعض وجوہات کی بناء پر مجھے کہا تھا کہ مَیں بھی ملازمت چھوڑ رہا ہوں، تم بھی چھوڑ دو۔ لیکن پتہ لگا کہ اُس نے خود اب تک ملازمت نہیں چھوڑی اور اشتمال اراضیات میں مجھے 90 روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اور اب قادیان میں صرف 20 روپے لے رہا ہوں' جیسا کہ خواب میں بتلایا گیا تھا' اور ملازمت بھی انجمن کی نہیں بلکہ تحریکِ جدید کی ہے جو خاص حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک ہے اور 1934ء سے ملازمت سے برطرف ہو کر آخر 1936ء تک بوجہ خانگی کاروبار گھر پر رہا اور اب یہاں آ کر خوارج کے فتنہ کو بچشمِ خود دیکھا اور دعاؤں کی توفیق پائی اور فخر الدین صاحب بانی سرغنہ کے قتل کا واقعہ بھی بچشمِ خود دیکھا۔

عطا کیں تُو نے میری سب مرادات کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات''

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 152-156 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

حکیم عطا محمد صاحبؓ جن کی بیعت 1901ء کی ہے، فرماتے ہیں کہ ''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کے غالباً ایک ماہ بعد حکیم احمد دین صاحب شاہدرہ سے لاہور میرے مکان پر آئے اور فرمانے لگے کہ چلو آج محمد علی صاحب سے مسئلہ نبوت پر کچھ گفتگو کرنی ہے۔ مَیں بھی اُن کے ساتھ ہو گیا۔ وہاں مسجد میں دوستانہ طور پر حکیم احمد دین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے گفتگو شروع کر دی۔ کوئی پندرہ بیس منٹ تک سلسلہ جاری رہا۔ اس بات پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے کہ نہیں تھے۔ کہتے ہیں بعد میں ہم سب اپنے اپنے گھر آ گئے۔ رات کو مَیں نے دعا کی کہ الٰہی! مولوی محمد علی نے جو بیان کیا ہے وہ کچھ سچ معلوم ہوتا ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بارے میں کچھ شبہ ڈال دیا) میرے دل کو تُو خود ہی سنبھال۔ مَیں نے رات کو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تیزی سے گھبرائے ہوئے آئے ہیں اور فرمایا کہ وہ دیکھو۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک کبوتر باز نہایت غصّہ سے بھرا ہوا اُس کبوتر کی طرف دیکھ رہا ہے جو کہ دوسرے کبوتر باز کی چھتری پر جا بیٹھا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دیکھو! کبوتر باز کو جو کہ دوسرے کی چھتری پر جا بیٹھے، نہایت حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے تم بھی کبھی پیغام بلڈنگ میں نہ جایا کرو۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت! مَیں کبھی نہیں جاؤں گا۔ پھر میری نیند کھل گئی اور اللہ کے فضل کا شکریہ ادا کیا''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 179 از روایات حضرت حکیم عطا محمد صاحبؓ)

ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑکؓ جنہوں نے 1907ء میں بیعت کی فرماتے ہیں کہ ''زمانہ گزرتا گیا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی۔ نیروبی کے تمام احمدیوں نے اُس وقت حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کر لی مگر مَیں اور محمد حسین صاحب بٹ مرحوم اور خواجہ قمر الدین صاحب مرحوم محروم رہے۔ اور ہم نے بیعت نہ کی۔ بعد ازاں مجھے ہندوستان جانے کا موقع ملا تو مَیں ملازمت سے الگ ہو گیا تھا۔ لڑائی شروع ہو گئی اور مَیں ہندوستان میں رہا اور پھر وہیں ہندوستان میں مجھے میڈیکل کالج لاہور میں ہیڈ لیبارٹری اسسٹنٹ کی ملازمت مل گئی۔ اُن دنوں مَیں پیغام بلڈنگ بہت جایا کرتا تھا اور طبیعت کا رجحان اور خیالات اہلِ پیغام کے ساتھ ہی تھے۔ وہاں نماز پڑھا کرتا اور درس بھی وہیں سنا کرتا اور وقتاً فوقتاً اختلافی مسائل پر تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہتا تھا۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم سے مَیں نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ اس اختلاف میں کون حق بجانب ہے۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کہا کہ سمجھدار لوگ تو سب ہمارے ساتھ ہیں۔ (جتنے بڑے بڑے سمجھدار ہیں وہ تو ہمارے ساتھ آ گئے ہیں۔) اُنہی دنوں مَیں حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ کی دوکان پر بھی جایا کرتا تھا۔ وہاں منشی محبوب عالم صاحبؓ جو آجکل راجپوت سائیکل ورکس کے

پروپرائٹر ہیں اُن سے بھی ملا کرتا تھا اور اختلافی مسائل پر گرما گرم گفتگو ہوا کرتی تھی۔ منشی صاحب کچھ سخت الفاظ بھی استعمال کیا کرتے تھے مگر مَیں سمجھتا تھا کہ منشی صاحب سخت کلامی کرتے ہیں۔ (یعنی عادت ہے، عادتاً کرتے ہیں) چنانچہ منشی صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ تم پیغام بلڈنگ میں کیا کرنے جاتے ہو؟ مَیں نے کہا کہ قرآنِ مجید کا درس دینے جاتا ہوں۔ (میرا خیال ہے 'سننے جاتا ہوں' ہونا چاہئے) کہنے لگے روزانہ وہاں جاتے ہو آج ہمارے ساتھ بھی قرآنِ مجید سننے کے لئے چلو۔ اُن دنوں نماز میاں چراغ الدینؓ صاحب مرحوم کے مکان پر ہوا کرتی تھی اور درس بھی وہیں ہوتا تھا جو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ دیا کرتے تھے۔ جب مَیں پہلی دفعہ گیا تو پارہ ''سَیَقُوْلُ'' کے پہلے ہی رکوع کا درس تھا۔ (دوسرے پارے کا۔) مولانا راجیکیؓ صاحب ایک روانی کے ساتھ مستحکم اور مدلل طور پر قرآنِ مجید کی تفسیر کر رہے تھے جو مَیں نے اس سے پیشتر کبھی نہ سنی تھی۔ اُس وقت مولوی صاحب کی شکل کو جب مَیں نے دیکھا تو میرا خیال تھا کہ یہ شخص تو کوئی جاٹ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کیا درس دینا ہے؟ مگر میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب مَیں نے دیکھا کہ مولوی صاحب سے نکات و معارف کا دریا رواں ہے۔ چنانچہ مَیں نے منشی محبوب عالمؓ صاحب کے پاس بھی مولوی صاحب کی تعریف کی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تمہارے مولوی محمد علی صاحب نے بھی ان سے قرآن کا علم حاصل کیا ہے۔ اُن دنوں میں کچھ تذبذب کی حالت میں تھا کہ مَیں نے ایک رؤیا دیکھی کہ ایک مسجد ایسی ہے جیسی کہ بٹالہ کی جامع مسجد اور اس مسجد کے عین وسط میں بیٹھے ہوئے مجھے خیال آ رہا ہے کہ پانی کہیں سے لے کر وضو کر کے نماز پڑھیں۔ ادھر ادھر دیکھ کر مَیں نے خیال کیا کہ پانی وہاں نہیں ہے۔ (مسجد میں بیٹھے ہوئے یہ سوچا کہ اس مسجد میں پانی نہیں ہے۔) اس لئے مَیں بالمقابل پانی کی تلاش میں گیا تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ایک مسجد ہے جیسا کہ وہ پیغام بلڈنگ کی مسجد ہے جس میں پانی کی نلکیاں لگی ہوئی ہیں۔ مَیں وہاں پر وضو کرنے کے لئے نلکی کھولتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صاف پانی آیا ہے مگر معاً بعد گدلا سا پانی جس میں میل کی سی کثافت ہے، جس کو پنجابی میں پنہ اور انگریزی میں algae کہتے ہیں، (کائی جو کہتے ہیں، وہ پانی میں سے) نکلا ہے اور میرے ہاتھوں پر پڑ گیا جس سے مَیں نے خیال کیا یہ تو بڑا میلا پانی ہے اور وہ ختم بھی ہو گیا۔ اس کے بعد مَیں نے اُسی مسجد کی طرف (یعنی جو پہلی مسجد تھی، جہاں بیٹھا ہوا تھا) واپسی کا ارادہ کیا اور وہ دیوار جو کہ اونچی معلوم ہوتی ہے اس پر مَیں چڑھ رہا ہوں تو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر ٹانگ پکڑ لی ہے کہ تم یہاں کیوں آئے تھے؟ پھر یہاں نہ آنا۔ (غالباً یہ دوبارہ اُسی مسجد کا ذکر کر رہے ہیں جس میں ابھی وضو کر رہے تھے) کہ تم یہاں کیوں آئے تھے؟ پھر یہاں نہ آنا۔ مَیں کہتا ہوں کہ مجھے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد جب مَیں اسی مسجد کی طرف واپس گیا ہوں تو وہاں پر نہایت مصفّٰی پانی کا ایک حوض ہے۔ (یعنی جہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہاں واپس گئے تو مصفّٰی پانی کا ایک حوض نظر آیا) اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ ایک حدیث کی کتاب کا درس دے رہے ہیں جو حنائی کاغذ پر چھپی ہوئی ہے اور اُس کے حاشیوں پر بھی گنجان چھپا ہوا ہے۔ مَیں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہاں تو پانی کثرت کے ساتھ ہے اور مَیں پہلے بھولا ہی رہا۔ خیر جس وقت مَیں وضو کر کے ہاتھ اُٹھاتا ہوں تو مستری محمد موسیٰؓ صاحب کا لڑکا محمد حسین تلوار لے کر میرے سر پر کھڑا ہے اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ اس کو حضرت خلیفہ ثانی کی طرف سے میرے متعلق یہ حکم ہے کہ مَیں منافق ہوں اور مجھے قتل کر دیا جائے۔ مَیں نے محمد حسین صاحب کی طرف مڑ کر دیکھا کہ تم ایک مومن کو قتل کے لئے تلوار اُٹھاتے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ مَیں مومن ہوں؟ اُس کے بعد نظارہ بدل گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مَیں ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہوں اور چھوٹے چھوٹے لڑکے سرخ اور سفید رنگ کی وردیاں پہنے ہوئے جیسا کہ مولی ہوتی ہے ماتم کر رہے ہیں اور محرم کے دن معلوم ہوتے ہیں۔ مَیں تلوار لے کر ان لڑکوں کی طرف جاتا ہوں اور کہتا ہوں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ لڑکے بھاگ گئے۔ اُس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے لڑکے عبدالغفور خان کا مکان ہے اور مَیں اُس کمرے میں داخل ہونے کے لئے جب جاتا ہوں تو پولیس کے سپاہی تلاشی لینے کے لئے آتے ہیں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ میرے پاس جو تلوار بغیر لائسنس ہے، اس کی تلاشی کے لئے آئے ہیں۔ مگر مَیں دل میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تلوار تو مَیں افریقہ سے لایا ہوں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس رؤیا کو مَیں نے شاید چند ایک دوستوں کے پاس بھی بیان کیا اور شاید مجھے مستری محمد موسیٰؓ صاحب نے کہا کہ کاش کہ خواب میں قتل کر دیئے جاتے تو بہت اچھا ہوتا کہ منافقت بالکل مٹ جاتی۔ (اسے دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی) یہ کہتے ہیں اس کے بعد پھر مَیں نے حضرت خلیفہ ثانیؓ کی بیعت

کر لی اور پھر مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ سے اخلاص و محبت میں ترقی کرتا گیا''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔غیر مطبوعہ جلد نمبر 12 صفحہ 221 تا 227 از روایات حضرت ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑکؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ''جب احرار کا فتنہ بھڑکا تو خاکسار نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین کے ایک طرف یوسف نامی شخص لیٹا ہوا ہے اور دوسری طرف حضور کے شیر محمد لیٹا ہوا ہے۔تو اس میں جنابِ الٰہی نے یہ بتایا کہ واقع میں یہ یوسف تو ہے مگر بعض لوگ حضور کی ترقی کو دیکھ کر جل رہے ہیں۔مگر اس کے ساتھ کیونکہ غیر معمولی خدائی طاقت ہے اس لئے جلنے والے کچھ نہیں کر سکیں گے۔گویا یہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کے مطابق ہے ؎

یوسف تو سن چکے ہو اِک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 160 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت ڈاکٹر نعمت خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔1896ء کی ان کی بیعت ہے کہ ''جب خلافتِ ثانیہ کا وقت آیا تو مَیں نے بیعت کا خط حضرت امیر المومنین کی خدمت میں لکھا اور اُن دنوں میں شاید رخصت پر ریاست نادون ضلع کانگڑہ میں اپنے گھر پر تھا۔مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان کا خط آیا۔(یعنی یہ حضرت مولوی غلام حسین صاحب پشاوری کا ذکر کر رہے ہیں کہ ان کا خط آیا۔یہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سسر تھے لیکن انہوں نے پہلے شروع میں بیعت نہیں کی تھی بلکہ پیغامیوں کے ساتھ چلے گئے تھے۔) کہتے ہیں اُن کا مجھے خط آیا اور اُس میں بیعت فسخ کرنے کے متعلق یہ لکھا ہوا تھا کہ فسخ کر دو۔حضرت خلیفہ ثانی کی جو بیعت ہے وہ فسخ کر دو۔چونکہ میرا تعلق اُن سے بہت عرصہ رہا تھا اس لئے اصلیت کو نہ سمجھا اور مَیں نے فسخ بیعت کے متعلق پیغامِ صلح میں لکھ دیا۔اعلان ہو گیا اور اُن کے ساتھ یعنی پیغامیوں کے ساتھ میں ہو گیا۔لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ خاندانِ نبوت کے متعلق میرے وہی خیالات رہے جو پہلے تھے اور کبھی مجھ سے بے ادبی کے الفاظ نہ نکلے۔(یعنی حضرت مسیح موعود کی جو اولاد تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی وغیرہ، ان کے متعلق کوئی بے ادبی کے الفاظ نہیں نکلے) یہی حالت مدت تک رہی۔ان کے ایک دو جلسوں میں بھی شامل ہوا۔(یہ جو مَیں نے شروع میں ان کا یعنی مولوی غلام حسین صاحب کا ذکر کیا ہے ناں، تو انہوں نے بیعت نہیں کی تھی لیکن 1940ء میں انہوں نے پھر بیعت کر لی تھی اور مبائعین میں شامل ہو گئے تھے پھر قادیان ہی آ کر رہے ہیں۔) بہر حال یہ کہتے ہیں کہ مَیں جلسوں میں بھی شامل ہوا۔1930ء یا اس سے پہلے، ایک رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑی حویلی سمندر کے کنارے پر ہے اور پانی کی لہریں زور شور سے اس کے ساتھ ٹکراتی ہیں اور بہت شور ہوتا ہے۔اُس حویلی کے اندر سے مولوی محمد علی نکلے تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُن کے چہرے کا نصف حصہ سفید اور نصف سیاہ تھا۔معاً میرے دل میں خیال ہوا کہ ان کی پہلی زندگی یعنی پہلی حالت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی اچھی تھی اور اُس کے بعد کی سیاہ ہو گئی۔اُس کے بعد جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ہدایت کی طرف لاتا ہے تو اُس کے اسباب بھی ایسے پیدا کر دیتا ہے جو اس کی ہدایت کا موجب ہو جاتے ہیں۔مَیں 1932ء میں اپنے گھر پر تھا۔میرے اہلِ خانہ سرگودھا میں تھے کہ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب امریکہ والوں کا، جو میرے رشتہ دار ہیں، خط پہنچا کہ آپ بہت جلد قادیان آ جاویں۔کیونکہ مَیں نے امریکہ جانا ہے اور مکان کا بنوانا آپ کے ذمہ ہے۔(قادیان میں جو مکان بنوانا تھا، اُس کی نگرانی آپ کریں) کہتے ہیں اس پر مَیں اپریل 1932ء میں قادیان آ گیا اور مکان تیار کرایا۔میرے اہلِ خانہ بھی یہاں آ گئے۔یہاں آ کر دیکھا تو عجیب ہی کیفیت نظر آئی۔نیا آسمان اور نئی دنیا نظر آنے لگی۔نمازوں میں شامل ہونا، حضرت صاحب کے خطبات کا سننا اور تقریروں کا سننا، اس نے ایسا اثر ڈالا کہ جو مغالطے دیئے گئے تھے وہ آہستہ آہستہ دور ہونے لگے۔اتفاق سے مَیں قادیان سے نادون گیا تو مہاشہ محمد عمر تبلیغ کے واسطے وہاں آئے ہوئے تھے۔اثنائے گفتگو مجھے کہنے لگے کہ آپ بیعت کا فارم بھر دیں۔مَیں نے بیعت کا فارم بھر دیا اور دل کی سب کدورتیں دور ہو گئیں اور خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل کے سائے میں لے لیا اور مجھ جیسے عاصی کو دوبارہ زندگی بخشی ورنہ میرے ساتھی ابھی تک نخوت کی ذلت میں پھنسے ہوئے ہیں۔دل تو اُن کا اندر سے محسوس کرتا ہے کہ ہم نے بڑی غلطی کی لیکن ظاہراً امارت اُن کے حق کے قبول کرنے میں مانع ہے اور یہی اُن کا جہنم ہے جس میں وہ ہر وقت پڑے

جلتے ہیں۔ دل تو اُن کا چاہتا ہے کہ مان لیں لیکن ناک کے کٹنے کا خوف ہے۔ خداوند تعالیٰ ہدایت دے۔ میرے حال پر تو اللہ تعالیٰ نے خاص فضل کیا۔ قریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ایک سنہری صندوق منقش بہت ہی چمکدار اور روشن اترا اور معلق ہوا میں آ کر ٹھہر گیا۔ اتنے میں ایک تاج منقش سنہری اترا اور وہ صندوق پر ٹھہرنا چاہتا ہی تھا کہ مَیں نے پرواز کر کے اُس کو اپنے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔ اس کا تھامنا تھا کہ تمام دنیا کے کناروں سے یک زبان آواز سنائی دی کہ ''اسلام کی فتح'' اور ایسا شور ہوا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اور اُسی وقت میرے دل میں یہ ڈالا گیا تھا کہ تاج برطانیہ کا ہے''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 4 صفحہ 4 تا 6 از روایات حضرت ڈاکٹر نعمت خان صاحبؓ)

حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ مئی 1938ء (میں) جس وقت احرار کا بہت زور تھا، اُس وقت مَیں نے دعا کرنی شروع کی اور درود شریف کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا۔ (احرار نے جماعت کے خلاف بہت زیادہ شورش اُٹھائی تھی) کہ یا ربّ! میرے پیر کی عزت رکھیں، دشمن کا بہت زور ہے۔ تو مجھ کو سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین اونٹ ہیں۔ ایک اونٹ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر بھی اُس کے اوپر ہیں۔ اور صحابی دوسرے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب نے فرمایا کہ سوہنے خاں! تم آ گئے ہو؟ جاؤ اور قدم آہستہ آہستہ چلنا تا کہ دشمن پر رعب ہو جاوے۔ حضور کا غلام آگے آگے چلا۔ جب دس قدم چلا تو حکم ہوا کہ سوہنے خاں! تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارا پاؤں شور کرتا ہے۔ سرورِ کائناتؐ اونٹ سے اُتر کر پیادہ ہو کر آگے چلنے لگے۔ جب مسجد مبارک کے (قادیان کی مسجد مبارک کے) پاس پہنچے تو سب صحابی اونٹوں سے اُتر کر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مبارک میں چلے گئے۔ سب صحابیوں کو مسجد مبارک میں چھوڑ کر (صحابی بھی ساتھ تھے، مسجد مبارک میں چلے گئے) پھر مسجد مبارک کی جو کھڑکی لگی ہوئی ہے، وہاں سے گزر کر خلیفہ ثانی کے گھر پہنچ گئے۔ (یہاں ان کی خواب ختم ہوتی ہے)۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 12 صفحہ 201-200 از روایات حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ مَیں نے دیکھا کہ امیر کابل کہتا ہے کہ مَیں نے اپنا پیسہ بھیج دیا ہے۔ پیچھے آپ بھی آ رہا ہوں۔ جب مستریوں نے ایک فتنہ برپا کیا (یہ مستریوں کا جو فتنہ تھا، یہ وہاں قادیان میں ایک اندرونی فتنہ تھا، انہوں نے بڑا شور مچایا تھا) تو اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ ثانی آسمان پر ٹہل رہے ہیں۔ گویا اس میں یہ بتایا کہ اُن کا اتنا اونچا مقام ہے کہ اُن کے مقام تک پہنچنا نہایت ہی مشکل ہے، گویا محال ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کے لوگ جتنا چاہیں زور لگا لیں خدا کے فضل سے ان کا کوئی نقصان نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اُن کا قدمِ مبارک بہت بلندی پر ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کے اس شعر کے ماتحت ہے کہ

آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار''

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 160 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت میاں سوہنے خان صاحب فرماتے ہیں کہ ''اب مَیں صداقتِ خلیفہ ثانی بیان کرتا ہوں جو میرے پر ظاہر ہوئی۔ جس وقت احرار کا بہت زور تھا اور مستریوں نے بھی حضور پر بہت تہمت لگائی تھی۔ مَیں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے اللہ! میرے پیر کی عزت رکھ۔ وہ تو میرے مسیح کا بیٹا ہے۔ بہت دعا کی اور بہت درود شریف اور الحمد شریف پڑھا اور دعا کرتا رہا۔ خواب عالمِ شہود میں ایک شخص میرے پاس آیا۔ اُس نے بیان کیا کہ مشرق کی طرف بڈھا گاؤں میں مولوی آئے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو ہم نے جڑ سے اکھیڑ دینا ہے۔ اور بندہ (یعنی یہ میاں سوہنے خان صاحب) کہتے ہیں کہ میں، برکت علی احمدی اور فتح علی احمدی کو اپنے ساتھ لے کر خواب میں ہی اُن کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں مولوی آئے ہوئے تھے۔ جب وہ موضع پنڈ دری قد پہنچے، اُس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ مَیں نے امام بن کر ہر دو احمدیوں کو نماز پڑھانی شروع کر دی۔ اتنے میں خرد خان اور غلام غوث احمدی پھگلانہ بھی آ گئے۔ مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پر دو چاند ہیں۔ ایک چاند بہت روشن ہے۔ دوسرا جو مربع شکل اُس کے ساتھ لگا ہوا ہے، وہ بے نور ہے۔ روشنی نہیں ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے اس میں روشنی ہونی شروع ہو گئی۔ غرضیکہ وہ چاند دوسرے چاند کے برابر روشن ہو گیا۔ مَیں نے دعا کی، یہ دونوں ایک قسم کے روشن ہو گئے۔ اُس وقت مجھے آواز آئی کہ پہلا چاند مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور یہ دوسرا چاند جواب روشن ہوا ہے یہ میاں

بشیرالدین محمود احمد خلیفہ ثانی ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔غیر مطبوعہ جلد نمبر12 صفحہ 200-199 از روایات حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ)

جیسا کہ مَیں نے کہا مستریوں کا بھی قادیان میں بڑا فتنہ اُٹھا تھا، جس میں حضرت خلیفہ ثانیؓ پر بڑے غلیظ الزامات بھی ان لوگوں نے لگائے تھے اور مقدمہ بھی قائم کیا تھا۔ اس کا خلاصۂ کچھ ذکر کر دیتا ہوں، اکثر کو شاید نہیں پتہ ہوگا۔ ویسے تو یہ تفصیل پڑھنے والی ہے۔ حضرت خلیفۃ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک مقدمہ پچھلے دنوں میرے خلاف کیا گیا کہ گویا مَیں نے آدمی مقرر کئے تھے کہ بعض لوگوں کو مروا دوں۔ یہ وہ لوگ تھے جو مشین سویّاں کی دوکان سے تعلق رکھتے ہیں اور اُنہی کی طرف سے یہ مقدمہ کیا گیا تھا اور دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ آئندہ کے لئے میری ضمانت لی جائے''۔ پھر آگے فرماتے ہیں ''ان لوگوں کو قتل کروانا تو بڑی بات ہے۔ مَیں نے اُن کے لئے کبھی بددعا بھی نہیں کی۔ مگر انہوں نے اپنے اوپر قیاس کیا۔ پچھلے دنوں بعض وجوہ سے جو خیالی طور پر گھڑی گئیں (بعض ایسی وجوہات جو خیالی تھیں) اُن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن کے خلاف کوشش کی جارہی ہے۔ (اُن کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اُن کے خلاف کوئی کوشش کر رہے ہیں) ان لوگوں نے بعض ایسی وجوہات سے جو اخبار میں بھی بیان کر دی گئی ہیں، کئی قسم کی ناجائز حرکات کیں''۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ اخلاق میں گر جاتے ہیں وہ اپنے بُغض کا بدلہ غیر اخلاقی طور پر لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے ایسی باتیں کرنی شروع کیں جو الزامات اور اتہامات سے تعلق رکھتی ہیں''۔ اور بڑے گندے گندے الزامات لگائے تھے لیکن آپ نے اُس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تاریخ احمدیت میں جو لکھا ہوا ہے۔ اُس کا بھی خلاصۂ بیان کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی کامیابیوں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہر حلقے میں بڑھتی ہوئی مقبولیت دیکھ کر بعض لوگوں نے جن سے سلسلہ کی عظمت اور آپ کی شہرت دیکھی نہیں جاتی تھی، آپ کی زبردست مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ اس غرض کے لئے قادیان کے بعض مستری جو مشین سویّاں کی دوکان چلاتے تھے، آلہ کار بنائے گئے جنہوں نے حضرت خلیفہ ثانی پر اقدامِ قتل کا مقدمہ کرنے کے علاوہ ایک اخبار ''مباہلہ'' نامی جو قادیان سے جاری ہوتا تھا، جاری کر کے آپ کی ذات مقدس پر شرمناک حملے کئے اور اپنی دشنام طرازی اور اشتعال انگیزی سے جماعت کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ یہ فتنہ دراصل ایک گہری سازش کا نتیجہ تھا جس کے پیچھے سلسلہ احمدیت کے مخالف عناصر کام کر رہے تھے اور جنہوں نے احمدیوں کو بدنام کرنے بلکہ کچلنے کے لئے پوری کوشش سے ہر قسم کے اوچھے ہتھیار استعمال کئے۔ اس فتنہ نے جہاں دشمنانِ احمدیت کی گندی اور شکست خوردہ ذہنیت بالکل بے نقاب کر دی، وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی یوسفی شان کا اظہار ہوا اور آپ نے صبر اور تحمل کا ایک ایسا عدیم النظیر نمونہ دکھایا کہ ملک کا سنجیدہ اور متین طبقہ ورطۂ حیرت میں پڑ گیا اور انہوں نے گند اُچھالنے والوں کے خلاف نفرت اور بیزاری کا کھلا اظہار کیا اور کئی اخباروں نے پھر اس بات کو لکھا بھی۔

(تاریخ احمدیت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جلسہ سالانہ 1927ء میں اپنی تقریر میں اس فتنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسی باتیں الٰہی سلسلوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی سنت کے ماتحت لگی رہتی ہیں۔ ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ ہمارا فرض کام کرنا ہے۔ دشمنوں کی شرارتوں سے گھبرانا ہمارا کام نہیں۔ جو چیز خدا تعالیٰ کی ہو اُسے وہ خود غلبہ عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی چیزوں کی آپ حفاظت کرتا ہے۔ اگر سلسلہ احمدیہ کسی بندہ کا سلسلہ ہوتا تو اتنا کہاں چل سکتا تھا۔ یہ خدا کا ہی سلسلہ ہے وہی اُس کی پہلے حفاظت کرتا رہا ہے اور وہی آئندہ کرے گا۔ (انشاء اللہ۔) خدا تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے کہ شوکت و سلامتی، سعادت اور ترقی کا زمانہ عنقریب آنے والا ہے۔ کہنے والے نے کہا ہے، دیکھوں گا کس طرح جماعت ترقی کرتی ہے۔ مگر مَیں بھی دیکھوں گا کہ میرے خدا کی بات پوری ہوتی ہے یا اُس شخص کی''۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 627 تا 629 مطبوعہ ربوہ)

چنانچہ وہ فتنہ بھی عجیب طرح ختم ہوا کہ وہ لوگ جس کو بعض حکومتی کارندے بھی مدد کر رہے تھے، وہ حکومت کے خلاف ہی بدل گیا اور ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا کی بات پوری ہوئی اور یہ فتنہ آپ مر گیا اور بہت بری طرح مرا۔

اب بھی جو، کبھی بھی جماعت کے خلاف planning کی جاتی ہے، سکیمیں بنائی جاتی ہیں، منصوبے بنائے جاتے ہیں، اگر اُن کو حکومتیں مدد کریں تو وہ حکومتوں کے خلاف ہی ہو جاتے ہیں، یہی ہم نے دیکھا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں ترقیات دکھاتا چلا جائے۔ ان

صحابہ کا جن کا ذکر ہوا ہے ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیشہ ان کی نسلوں کو بھی ان کی دعاؤں کا بھی وارث بنائے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جماعت کے تمام افراد کو بھی ہر قسم کے شر اور فتنہ سے بچائے اور خلافتِ احمدیہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔

آج بھی نماز جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم سردار محمد بھروانہ صاحب جھنگ کا ہے جن کی 7 رفروری 2013ء کو 73 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے والد احمد خان بھروانہ صاحب تھے۔ چنڈ بھروانہ ٹھٹھہ شیرے کا، کے رہنے والے تھے۔ حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں پچاس کی دہائی میں انہوں نے بیعت کی تھی۔ اُس وقت اُن کی عمر قریباً دس سال کی تھی اور تبلیغ کا ان کو چھوٹی عمر سے ہی بڑا شوق تھا جو آخر تک قائم رہا۔ آپ کی دنیاوی تعلیم تو کوئی خاص نہیں تھی، صرف پرائمری تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور خلفاء کی کتب خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی کتب کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ جھنگ کے دیہاتی ماحول میں لوگوں کی طبائع کے لحاظ سے آپ نے صداقتِ احمدیت کے دلائل تیار کر رکھے تھے جو مقامی جھنگوی زبان میں پیش کرتے تھے جن کا سننے والوں پر بہت اثر ہوتا تھا۔ آپ کو جماعت جھنگ کی طرف سے بھی مختلف جگہوں پر مناظروں کے لئے بھجوایا جاتا تھا۔ تبلیغ کے سلسلہ میں اس قدر نڈر تھے کہ لوگوں اور جگہ کی کبھی پرواہ نہیں کی اور دشمنوں کے درمیان بھی بلا جھجک چلے جایا کرتے تھے۔ احمدیت کی سچائی کا اظہار کرتے تھے۔ کئی دفعہ مدّ مقابل چیں بجبین ہو کر اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے لیکن یہ بات کبھی بھی اُن کی تبلیغ اور اظہارِ حق کے راستے میں روک نہیں بنی۔ ان کی عادات سے علاقے کے اکثر لوگ واقف تھے۔ ان کی موجودگی میں کبھی کسی کو احمدیت پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ انہیں تبلیغ کے لئے کسی بھی جگہ کسی بھی وقت بلایا جاتا تو کبھی انکار نہ کرتے بلکہ یہ سب مصروفیات چھوڑ کر وہاں پہنچ جاتے۔ ان کے ایک بیٹے عبد الشافی بھروانہ صاحب سیرالیون میں مبلغ سلسلہ ہیں اور ان کے ایک ہی اکلوتے بیٹے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور تمام رات اپنے ایک دوست کو جو ان دنوں جھنگ آیا ہوا تھا صداقتِ احمدیت کے دلائل سمجھاتے رہے۔ اُس کے تمام سوالوں کا نہایت تحمل سے جواب دیتے اور پھر اُس سے کہتے اور کوئی بات بتاؤ جو تمہیں احمدیت قبول کرنے سے روکتی ہو اور پھر اُس کے سوال کے ہر پہلو کا کافی شافی جواب دیتے۔ یہ سلسلہ صبح تک چلا۔ ساری رات اس طرح رہا۔ جب وہ دوست اپنے علاقے میں واپس چلے گئے تو واپس جانے کے بعد اس دوست نے بیعت کر لی اور اپنے گھر ایک خط لکھا جو اُن کے گھر والوں نے مجھے دکھایا۔ اُس میں تحریر تھا کہ مَیں ایک دیہاتی شخص سے ملا جو تمام دن مجھے مویشیوں میں الجھا نظر آتا تھا۔ لیکن ایک رات مَیں نے اُس کی باتیں سنیں تو مجھے علم کا ایک دریا نظر آیا۔ بیشک یہ سب علم انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ سے اور بار بار مطالعہ سے حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ان کے ایک ہی بیٹے ہیں اور ایک بیٹی ہے۔ اکلوتے بیٹے مبلغ سلسلہ ہیں۔ سیرالیون میں آجکل کام کر رہے ہیں۔ پچھلے ہفتہ وہاں جلسہ بھی ہو رہا تھا اور اُس کی مصروفیت کی وجہ سے بھی اور مجبوریوں کی وجہ سے بھی یہ جا نہیں سکے، اپنے باپ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے اور بلکہ انہوں نے مجھ سے اس وجہ سے جانے کا پوچھا تک بھی نہیں کہ جلسہ کی مصروفیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے والد کی خواہش کے مطابق ان کو بے لوث خدمتِ سلسلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور اس واقفِ زندگی کو اپنے والد کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے اور ان کے جو لواحقین ہیں سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اعلان

قارئین مجلّہ النور سے درخواست ہے کہ مجلّہ کے درج ذیل شماروں کیلئے عنوان کے مطابق تاریخ مقررہ تک معیاری منظوم کلام اور مضامین بھجوا کر ممنون فرمائیں،

عنوان	تاریخ مقررہ
سیرت النبی ﷺ نمبر	10 مارچ 2014
خلافت نمبر	10 اپریل 2014

جزاکم اللہ خیرا --- (ادارہ)

انٹرویو

چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب

MTA نے جماعت احمدیہ کے بزرگان سے انٹرویو لینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب کا بھی اس سلسلہ میں ایک انٹرویو ریکارڈ ہوا۔ یہ انٹرویو مکرم یوسف سہیل شوق صاحب مرحوم نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل نے لیا۔ اس انٹرویو میں مکرم باجوہ صاحب نے اپنی زندگی کے حالات اختصار کے ساتھ بیان فرمائے۔ اس کا کچھ حصہ یہاں دیا جا رہا ہے۔

انٹرویو سے قبل مکرم یوسف سہیل شوق صاحب نے آپ کا یوں تعارف کروایا۔

جماعت احمدیہ کے بزرگان کے چوتھے انٹرویو کے لئے آج ہم آپ کی خدمت میں محترم چوہدری ظہور باجوہ صاحب سے آپ کی ملاقات کروار ہیں۔ 1934ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف کانگرس کی پروردہ جماعت مجلس احرار نے ایک منظّم تحریک شروع کی ان کے خیال میں اس کا مقصد جماعت احمدیہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا تھا۔

لیکن خدا کی تقدیر نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ احمدیت کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ چنانچہ اس وقت جماعت کے امام حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ کو تحریک جدید کے نام سے جانی، مالی، قلمی اور جذبات کی قربانی کے لئے ایک منصوبہ پیش کیا اس تحریک میں مخلصین جماعت نے دیوانہ وار لبیک کہا اور بہت سے نوجوانوں نے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اپنی زندگیاں خدمت دین کے لیے پیش کیں۔ یہ تحریک جاری رہی نوجوان اپنی زندگیاں پیش کرتے رہے جنوری 1946ء میں لندن کے اخبارات نے ایک چونکا دینے والی خبر شایع کی اس خبر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ ایک اخبار نے لکھا :

انگلستان میں پٹنی کی مسجد کو ہندوستان کی جماعت احمدیہ کا مرکزی دعوت وتبلیغ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جنگ کی وجہ سے یورپ میں جماعت احمدیہ کی دعوت الی اللہ کا سلسلہ رکا ہوا تھا مگر اب اسے پھر شروع کر دیا گیا ہے۔ ملک عطاء الرحمن صاحب کی زیر قیادت نو (۹) مبلغین کا ایک دستہ قادیان سے یہاں پہنچ گیا ہے جنہیں برطانیہ، فرانس، ہسپانیہ، جرمنی اور اٹلی بھیجا جائے گا۔

خوش نصیب اہل قافلہ میں سے ایک معزز دوست محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ ہیں ان کی تقرری حضرت المصلح الموعودؓ نے انگلستان میں بطور مبلغ فرمائی تھی۔ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ آج ہمارے درمیان موجود ہیں آپ سے ہم ان کی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں پوچھتے ہیں۔

سوال۔ محترم چوہدری صاحب سب سے پہلے آپ یہ فرمائیے کہ آپ کے خاندان میں احمدیت کب آئی اور آپ کے خاندانی حالات کیا تھے؟

جواب۔ میری پیدائیش 1919ء کی ہے جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں اپنے والد صاحب کو گھر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ باہر ہماری بیٹھک تھی ڈیرہ تھا وہاں ہمارے دادا چوہدری علی بخش صاحب رہا کرتے تھے۔ باپ بیٹا بہت کم نماز اکھٹے پڑھتے تھے۔ دادا اپنی نماز پڑھتے تھے یا مسجد چلے جاتے تھے ہمارے والد صاحب گھر میں نماز پڑھتے تھے اس وقت میں اتنا چھوٹا تھا کہ یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ بعد میں پتہ چلا کہ والد صاحب اس وقت بیعت کر چکے تھے اور ہمارے دادا صاحب نے نہیں کی تھی اس وقت احمدیت کا نفوذ ایسا تھا کہ بعض زمینداروں میں سے گھرانے ایسے تھے جو احمدی تھے۔ ان کا دوسرے لوگوں پر اثر تھا اس لئے جماعت کا سرگودھا پر اثر تھا۔

سوال۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جواب۔ پرائیمری گاؤں میں کی۔ گاؤں کا نام چک 33 جنوبی سرگودھا ہے مڈل سکول چک 34 جنوبی میں تھا وہاں سے مڈل کیا۔ نہم جماعت میں قادیان چلا گیا لیکن دسمبر میں ہماری والدہ فوت ہوگئیں ہمارے دادا جان نے ہم دونوں بھائیوں کو بلا لیا اور لالیاں ہائی سکول میں داخل کروایا جہاں سے میں نے میٹرک

کیا پھر بہاولپور جا کر داخل ہو گیا ایف اے میں نے وہاں سے کیا وہاں ہماری زمین تھی میں اس لئے وہاں چلا گیا۔ بی اے میں نے گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جو ہمارے دیہات میں رواج تھا سب چوہدری صاحبان ڈپٹی کو جا کر ملتے تھے کہ میرے بیٹے نے یا بیٹی نے یہ ڈگری حاصل کی ہے خدمت کا موقع دیں۔

میرے ایک دوست تھے نئی دہلی میں اس وقت جنگ شروع ہو چکی تھی انہوں نے مجھے خط لکھا کہ یہاں آجاؤ میں چلا گیا ان کے پاس ہی رہا وہاں ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ نے ایک سکول جاری کیا ہوا تھا جس میں ۳، ۴ ہفتے ٹریننگ ہوتی تھی ۔میں نے اس میں ٹریننگ لی۔ اسکے بعد میں تقریباً تین سال وہاں رہا۔

سوال ۔ باجوہ صاحب ! آپ 1945ء میں وقف کر کے قادیان آگئے تھے۔ وقف کی تحریک آپ کو کس طرح ہوئی اس بارے میں تفصیلات سے ہمیں آگاہ فرمائیں ۔

جواب ۔اس کا جواب دینے سے پہلے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب میں ملازمت کی تلاش میں تھا۔ تو مجھے یہ خیال آیا عام طور پر کلرک کی ڈی سی آفر کیا کرتے تھے مجھے خیال آیا کہ جس بھی کورس میں سروس کرنی ہے تو سیالکوٹ سے شروع کروں گا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہاں سے اپنی مہم کا آغاز کیا تھا میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اس وقت کے امیر صاحب سیالکوٹ سے کیا۔ انہوں نے کہا۔ بیٹا! کل امتحان ہو رہا ہے اور اس میں داخل ہو جاؤ میں امتحان میں بیٹھ گیا اور اگلے دن مجھے Appointment letter مل گیا۔

حضرت صاحب کے خطبے ہوتے رہتے تھے اکثر وقف کے بارہ میں ۔ہم ۷، ۸ احمدی لڑکے اکھٹے رہتے تھے وہاں ہماری مجالس میں وقف کرنے کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔ میں دعا بھی کرتا تھا ایک دن خواب میں میں نے اپنے دادا جان کو خط لکھا کہ حضور تحریک فرما رہے ہیں کہ نوجوان وقف کریں اس کی تعبیر میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے وقف کرنا چاہیئے لیکن ایک بات جو مجھے خواب میں ہی محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ یہاں اتنی جو مجھے تنخواہ ملتی ہے جب میں چھٹیوں میں گھر جاتا ہوں تو آپ سے کرا یہ لے کر واپس آتا ہوں حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ 15 روپے تنخواہ ہوگی اور مانگنا بھی کچھ نہیں ہے تو وہاں گزارا کیسے ہوگا۔ خواب میں ہی میں نے دیکھا کہ میرے دادا نے مجھے لکھا کہ تمہارا ارادہ اچھا ہے تم فوراً وقف کرو۔ احمدیت میں بہت خلفاء ہوں گے لیکن اس شان کا کوئی نہ ہوگا۔ اور تم خرچ کا کوئی فکر مت کرو خدا تعالیٰ تمھارے لیے تمام راہ کھول دے گا۔ میں نے ان کی تحریک پر وقف کے لیے خط لکھ دیا واپس دہلی چلا گیا مجھے سن 1944ء کے آخر میں دفتر کی طرف سے خط ملا آپ کو حضرت صاحب نے انٹرویو کے لیے بلایا ہے۔ وہ کوئی تاریخ ایسی تھی جو میں جا نہیں سکتا تھا۔ تو دوبارہ خط گیا کہ آپ جلسے کے بعد کسی تاریخ کو آ کر مل لیں ۔ میں قادیان جلسے پر گیا وہاں دو تین دن بعد دفتر میں جا کر کہا کہ مجھے حضرت صاحب سے ملنا ہے۔ انور صاحب انچارج ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے میرے تفصیلی حالات لکھے۔ نام، ولدیت، کنیت وغیرہ وغیرہ اور آخر میں مجھے کہا کہ اگر آپ تبلیغ نہ کر سکے تو کیا کام کر سکیں گے؟ میں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں میں کیا کر سکتا ہوں لیکن میں پڑھا لکھا انسان ہوں آپ کوئی کام میرے سپرد کر کے دیکھ لیں اگر وہ کام آپکی مرضی کے مطابق نہ ہوا تو کوئی اور کام دے دیں اس طرح سے کہیں نہ کہیں Fit کر لیں۔

مکرم انور صاحب یہ لکھ کر مجھے حضرت صاحب کے پاس لے گئے۔ حضرت صاحب کے پاس کوئی دس منٹ رہا لیکن حضرت صاحب نے وقف کے متعلق کوئی بات نہیں کی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ میں کام دینا چاہتا ہوں۔ ہاں دہلی میں کوئی اختلاف تھا جس کی رپورٹیں حضرت صاحب کے پاس آیا کرتی تھیں تو حضرت صاحب نے وہ واقعہ مجھ سے پوچھا کیسے ہوا۔ میں نے کہا میں تو تھوڑے عرصہ سے دہلی میں ہوں زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ لیکن کوئی ایسی بات نہیں جس کو قابل موضوع بنایا جائے حضرت صاحب نے اس کے علاوہ مجھ سے کچھ نہیں پوچھا اور وقف کی کوئی بات نہیں کی اور کہا اچھا آپ جائیں ۔ 1945ء میں 10 یا 11 مارچ کو مجھے خط ملا کہ آپ کو تبلیغ اسلام کے لیے منتخب کیا گیا ہے آپ فارغ ہو کر آجائیں جب یہ خط ملا اسی وقت میں نے استعفیٰ دے دیا۔ ہاں ایک بات بھول گیا جب میں نے اپنے والد کو لکھا تھا کہ میں اس طرح دہلی میں سروس کرنا چاہتا ہوں اور یہ کام میرے سپرد ہوگا تو میرے والد صاحب نے کہا کہ تمھارے لیے تمھاری والدہ صاحبہ کا ایک پیغام ہے وہ ایک دن خواب میں آئی تھیں اور انہوں نے کہا تھا کہ اسکو کہہ دو کہ اگر ملازمت کرے اور اسکی تنخواہ کبھی سو روپے سے زیادہ ہو تو وہ دو تہائی میں گزارہ کرے تو میں نے اس پر عمل شروع کر دیا 120 روپے ملتے تھے 40 روپے دے دیئے جماعت کو۔ 80 روپے میں گزارہ کیا۔ اگلے سال

10 اور بڑھ گئے اس طرح ہوتا رہا تو جب حضرت صاحب نے مجھے وقف کے لیے منظور کیا تو یہ چٹھی گئی کہ آپ کو تبلیغ انگلستان کے لیے وقف کیا ہے میں نے استعفیٰ دیا جو کرنل میرا افسر تھا اس نے مجھے کہا استعفیٰ کیوں دیتے ہو کوئی تکلیف ہے تو مجھے بتاؤ میں نے اسے واقعہ بتایا اس نے کہا تم انگلستان جا رہے ہو اگر کبھی تمھیں وہاں کوئی تکلیف ہو تو میرے پاس آجانا میں تمھیں Reset کر دوں گا۔ میں نے کہا میں واپس نہیں آؤں گا پھر قادیان آگئے۔ قادیان دارالواقفین میں قیام تھا وہاں پہلے تو کوئی پڑھائی کا انتظام نہیں تھا لیکن کچھ دن بعد راجیکی صاحب پڑھانے آجاتے تھے شیخ عبدالخالق ایک عیسائی تھے جو پہلے مسلمان تھے عیسائی ہوئے پھر احمدی ہو گئے بائیبل انہیں زبانی یاد تھی وہ پڑھاتے تھے چند دن مولوی غلام صاحب نے بھی پڑھایا حضور کی خدمت میں گیا تو حضور نے فرمایا تمھاری پڑھائی کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا کہ مولوی انور صاحب نے براہین احمدیہ دی ہوئی ہے میں کہتا ہوں یہ مجھے سمجھ نہیں آتی پڑھا دیں لیکن موصوف کہتے ہیں خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ حضور فرمانے لگے وہ تو انور صاحب کو بھی سمجھ نہیں آتی تمھیں پڑھائیں گے کیا؟ لیکن آج سے تمھارا اس تعلیم سے کوئی تعلق نہیں جو انور صاحب کہیں تم صوفی غلام محمد صاحب کے پاس گھر چلے جایا کرو کیونکہ گھر جانا ہی تربیت ہے۔ میں نے انور صاحب کو کہہ دیا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ براہین احمدیہ نہ پڑھواور کہا ہے کہ وہاں چلے جاؤ اس لئے آج کے بعد میری کوئی رپورٹ نہیں ہوگی کہ یہ کام میں نے کیا ہے۔ میں صوفی غلام محمد صاحب کے پاس گیا مجھے کچھ جب میں قادیان میں پڑھتا تھا جانتے تھے۔ مزید تعارف ہو گیا ماسٹر محفوظ الرحمٰن اور سید سفیر الدین مرحوم مجھ سے پہلے جایا کرتے تھے اب ہم تین ہو گئے وہاں کوئی باقاعدہ کلاس نہیں تھی ہم کھیلتے رہتے تھے۔ صوفی صاحب گھر سے باہر صحن میں آگئے کبھی کوئی مسئلہ بتا دیا کبھی کوئی اور چیز بتا دی۔ قرآن کی آیت سنا دی اور وقت گزرتا گیا۔ 23 دسمبر کو قادیان سے روانہ ہوئے سفر تو ویسا ہی ہوتا تھا اس زمانہ میں یہاں سے گاڑی جاتی تھی ممبئی کہیں اترنا نہیں پڑتا تھا 21 کو کراچی سے چلے 22 کو پہنچ گئے چوہدری رحمت اللہ باجوہ صاحب جو ریلوے میں افسر تھے انہوں نے ہمیں اپنے پاس ٹھہرایا اور دعوت کا انتظام کیا شرفاء کو بلایا کہ یہ ہمارا قافلہ ہے۔ اگلے دن جہاز میں سوار ہو گئے۔ پہلا جہاز جو جنگ کے بعد سویلینز کو لے کر جا رہا تھا اس لئے وہ انگریز افسروں سے بھرا ہوا تھا ہم 14,15 ہندوستانی تھے 9 ہم تھے باقی کوئی ممبئی سے چڑھے کوئی دہلی سے شامل ہوا اس طرح 14 یا 15 کی تعداد ہوگئی اور 185 سارے مسافر تھے ہم 16 جنوری کو پہنچ گئے۔ آمد کا وہاں چرچا بہت ہوا مگر پبلک Reaction نہیں ہوا اس وقت کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ اس وقت بہت تصویریں چھپی وہاں بس اس حد تک Reaction ہونا تھا اور کوئی نہیں جب ہم پہلی بار وہاں پہنچے تو بلال نٹل صاحب جن کا ہماری تاریخ میں ذکر آتا ہے وہ اصل میں وہاں کہیں کسی ہوٹل میں کھانا پکایا کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے پاکستانی کھانا ایسا پکایا کہ آپ جان نہیں سکتے تھے کہ یہ کسی انگریز نے پکایا ہے۔ اتنی مہارت کے ساتھ انہوں نے پلاؤ پکایا، زردہ پکایا اور گوشت وغیرہ لیکن سارا پاکستانی ٹیکنیک کے ساتھ۔ ایک اور افسر تھا جو بینک سے ریٹائرڈ ہوا تھا وہ بھی اکثر مسجد میں آیا کرتا تھا۔ اور ایک دو اور تھے بعض کے بچے تھے وہ آجاتے تھے بڑی رونق ہوگئی اس بیت الفضل میں ابتداء میں 9 ہم تھے 4 پہلے تھے چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ، چوہدری عبداللطیف صاحب، اکرام صاحب، سید سفیر الدین احمد صاحب۔ شمس صاحب نے کہا کہ تم دو دو ہر ہفتے کھانا پکایا کرو۔ 7 دنوں میں بانٹ دیا پہلی ڈیوٹی مجھے اور باجوہ صاحب کو دے دی میں نے باجوہ صاحب کو کہا مجھ سے باہر کا کام کروالیا کریں کھانا میں نہیں پکا سکتا تب باجوہ صاحب خود کام کیا کرتے تھے۔ جو چیز میرے لیے عجیب تھی۔ ایک دن کسی نے ہماری دعوت کی تھی۔ شمس صاحب ہمیں بس میں بٹھا کر لے گئے ہم تیرہ تھے کنڈیکٹر کو کہا 13 اس نے کہا NO NO NO Twelve وہ تیرہ کا لفظ بڑا منحوس سمجھتے تھے۔ میں نے ایسی بات یہ پہلی دفعہ سنی تھی۔ وہاں ہائیڈ پارک کا نام تو آپ نے سنا ہوگا ایک باغ ہے شہر سے ملتا ہے وہاں بے شمار سپیکر زباتیں کرتے ہیں انگریزی، افریقن انگریزی، انڈین انگریزی اس کو وہ معیوب نہیں سمجھتے ہماری شکل ہی مختلف تھی داڑھی، ٹوپی، اچکن، شلوار دیکھ کر مزہ اٹھا لیا کرتے تھے کہ یہ کیا لوگ آگئے ہیں باقی زبان کا کوئی مسئلہ نہیں تھا تھوڑی بہت صحیح بول کر اپنا موقف سمجھا دیا کرتے تھے نہ اس پر کوئی طنز کرتے تھے لیکن ہمیں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب یہ تاکید کیا کرتے تھے کہ ہر وقت انگریزی بولو لیکن 14 آدمی اکٹھے انگریزی بول نہیں سکتے تھے کبھی کبھی وہ آیا کرتے تھے تو یہی کہتے تھے کہ انگریزی پڑھو انگریزی پڑھو، انگریزی بولو، انگریزی بولو، میں کہتا تھا " کتھے بولیے"

اس وقت شمس صاحب کا طریق یہ تھا کہ ہفتہ وار میٹنگ ہوتی تھی اس میں 24-25 لوگ آجایا کرتے تھے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میٹنگ ہوئی سوال و جواب ہوا اور بعد میں چائے پیش کردی۔ (لندن میں اس وقت) بہت بدحالی تھی۔ لوگوں کو

رہائش کی بڑی تکلیف تھی کھانے پینے کی بہت تنگی تھی آپ کو انڈا نہیں مل سکتا تھا انڈا بیمار یا بچہ لے سکتا تھا آپ کو سبزی تازہ نہیں مل سکتی تھی وہ بھی وہ چھپا لیتے تھے اور چند معروف لوگ آ کر لے جاتے تھے جنگ کے بعد بھی یہ کیفیت رہی اور وہاں ایک فروٹ سیلر کی دکان تھی وہاں ایک بوڑھی عورت تھی دکان کے پیچھے ایک کمرہ تھا وہاں وہ رہا کرتی تھی بیت الفضل کے قریب ترین سبزی کی دکان وہی تھی میری ڈیوٹی سبزی لانا تھی۔ ایک دن وہ مجھے کہنے لگی you wait اس نے کرسی دی میں بیٹھ گیا آدھ گھنٹہ گاہکوں کو فارغ کرنے میں لگا پھر مجھے پچھلے کمرے میں لے گئی وہاں اس نے آم، کیلا اور ایک اور پھل دکھایا مجھے کہنے لگی میں سب کے سامنے تو تمہیں نہیں دے سکتی لیکن تم کبھی ایسے وقت آیا کرو جب یا تو دکان کھلے یا میں بند کرنے لگی ہوں اس کمرے میں ٹوکری رکھوں گی تم کسی کپڑے میں لے جایا کرنا اس طرح ہم پھل لیا کرتے تھے ورنہ وہ بچوں کو ملتا تھا یا حاملہ عورتوں کو باقی کسی کو نہیں ہاں لوگ ڈبل روٹی اور آلو کھا کر گزارہ کیا کرتے تھے۔

جب پاکستان ہندوستان کی تقسیم کا واقعہ ہوا ہے تمام مبلغین جہاں نامزد ہوئے تھے اپنی اپنی جگہ چلے گئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب نے پہلے تو خط لکھا کہ پارٹیشن ہوگئی ہے ہاں اس وقت پارٹیشن سے پہلے حضرت صاحب جو مستقل مضمون، جو بیان لکھتے تھے ہمیں بھیج دیتے تھے وہاں ہم ترجمہ کر کے رات کو ہی ایک آدمی کے ذریعہ مڈ نایٹ چھپوا دیتے تھے۔ پھر وہ بائی ہینڈ تقسیم کرتے تھے کوئی ایسی بات نہیں جو ہم نے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر لوگوں تک نہ پہنچائی ہو یہ میری Contribution تھی حضرت صاحب کی خدمت میں۔ شاید اسی سے متاثر ہو کر حضرت صاحب نے ہمیں لکھا کہ ملک تقسیم ہوگیا ہے ہم لاہور آ گئے ہیں اس لئے میں اب ان تمام مبلغین کو جنہوں نے وقف کیا ہوا ہے وقف سے آزاد کرتا ہوں جو آزاد ہونا چاہتا ہے ہو جائے جب حالات بہتر ہونگے میں تنکا تنکا اکھٹا کر کے گھونسلہ بنالوں گا اور آپ کو بلالوں گا۔ یہ لفظ لکھا ہوا تھا یہ تحریری چھٹی آئی تھی باجوہ صاحب نے سب کو اطلاع دی۔

بعض نے لکھا کہ مثلاً کرم الٰہی ظفر صاحب نے لکھا کہ مجھے الاؤنس نہ دیں مجھے رہنے کی اجازت دیں میں اپنے طور پر تبلیغ کرتا ہوں۔ وہ پرفیوم بیچا کرتے تھے اس لیے وہ سپین میں رہ گئے۔ عطاء الرحمان صاحب نے کہا کہ مجھے فارغ نہ کریں مجھے رہنے دیں وہ فرانس میں تھے۔ (تیسرا میں تھا)۔۔۔۔

یہ جو وقت تھا مالی تنگی کا یہ تین چار ماہ رہا اس کے بعد پھر حضرت صاحب نے پیسے بھجوانے کا انتظام کر دیا تھا۔ لیکن وہاں تھے کچھ لوگ چوہدری اشرف مرحوم صاحب جیسے جو جماعت کو پیسوں کی تنگی نہیں آنے دیتے تھے۔ لیکن تنگی تھی ضرور۔۔۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے جس طرح بیساکھی لگا کرتی تھی یا اب شہروں میں میلے ہوتے ہیں مختلف اسٹال ہوتے ہیں وہاں بھی یہ طریق ہے چوہدری اشرف پرفیوم بیچا کرتا تھا اور اس نے لندن کے علاوہ باقی شہروں میں جب میلے لگتے تھے تو وہاں سٹال لے لیتا تھا جب حضرت صاحب کی چھٹی گئی اس کے جلدی بعد میلہ تھا وہاں چوہدری اشرف نے سٹال لیا ہوا تھا تو ایک دن باجوہ صاحب کو میرے متعلق کہنے لگا کہ حضرت صاحب نے فارغ کیتا اے تے ہن کوئی کم شم کرلوو۔ جے انہاں نوں میرے نال آون دیو تے توانوں کجھ فایدہ ہوجائے گا۔

باجوہ صاحب نے اجازت دے دی چوہدری اشرف کی موٹر اور کوئی آٹھ دس درجن شیشیاں چھوٹی چھوٹی اور باقی دو بڑی بوتلیں پرفیوم کے لیے یہ سامان تھا اور میز، چوہدری اشرف صاحب مجھے ساتھ لے گئے وہاں جا کر سٹال لگایا۔

جب ہم واپس آئے تو اشرف صاحب نے باجوہ صاحب کو کہا کہ یہ تیس پونڈ ہمارا منافع ہے ایک دن کا۔ یہ پندرہ پونڈ آپ کے یہ پندرہ پونڈ میرے تو کہنے لگے آپ دونوں کو تیرہ پونڈ ملتے ہیں چھ پونڈ مہینے کے تھے ہمارا الاؤنس تو باجوہ صاحب کے دو پونڈ زائد تھے یا شاید ایک پونڈ تھا انہوں نے کہا کہ آپ کا ایک مہینے کا الاؤنس تو آ گیا ہے اب اگلے اتوار پھر جائیں گے اور اگلے مہینے کا لے آئیں گے یہ سلسلہ تین چار مہینے جاری رہا اس لئے ہمیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ یہ تنگی کے دنوں کی بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے راہ کھول دی تو محسوس نہیں ہوا کہ ہمیں الاؤنس نہیں ملتا۔

اس عرصہ میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کوئی باؤنڈری ایکسپرٹ سرویر (Expert surveyers) بھیجو وہاں۔ اب پیسے تو ہمارے پاس ہے نہیں تھے۔ ڈاکٹر جو آیا تھا وہ سکول میں پڑھتا تھا اس کو ہم نے کسی کے ذریعہ تیار کیا اس نے کہا کہ میں کوئی پیسے نہیں لوں گا میں نے کہا تمہاری بیوی بچے ہیں اس نے کہا Don't worry about them کرایہ میرا آپ دیں گے واپسی کا ٹکٹ خرید نا تھا ہمارے پاس تو پیسہ کوئی نہ تھا میں اپنے بینکر کے پاس گیا جس میں ہمارا پیسہ تھا اسے میں نے کہا کہ یہ ہماری پرابلم ہے اتنے پیسے چاہیں وہ

کہنے لگا اتنے تو نہیں میں دے سکتا۔ ہم نے کہا کیوں؟ جب سے اکاؤنٹ کھلا ہے 1924 سے اکاؤنٹ تمھارے پاس ہے کہنے لگا لیکن وہ ہے کیا۔ اکاؤنٹ میں 30-35 پاؤنڈ آپ کے مہینے کے آتے ہیں کوئی ایسا نہیں جس سے ہم کو کوئی فائدہ ہو میں نے کہا اچھا ہمارا کلوز کر دو اکاؤنٹ اور میں اٹھ کر چلا آیا اس سے پانچ چھ منٹ میں ایک آدمی آیا کار میں۔ اس نے کہا وہاں چلیں بنک میں، میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا۔ پھر وہ کہتا رہا اور میں آہستہ آہستہ چلتا رہا جب مشن ہاؤس آ گیا تو مینیجر خود آیا کہنے لگا میرے پاس چلیں آپ۔ میں گیا تو اس نے کہا مجھے بڑا افسوس ہے مجھے نہیں احساس تھا کہ آپ اس حد تک جائیں گے۔ میں نے کہا ہمارے ملک اتنی تباہی آئی ہوئی ہے لوگ مر رہے ہیں کاروبار کوئی نہیں ہے اور جب سے ہم یہاں آئے ہیں تمہارے پاس ہی اکاؤنٹ ہے اس نے کہا لے لیں جتنے پیسے چاہئیں میں نے کہا اب ایک شرط ہے کہنے لگا کیا؟ میں نے کہا ہمارے چھ مہینے کا مشن کا خرچ بھی تم برداشت کرو گے اس نے کہا Accepted اور باقاعدہ ہر ماہ خرچ آتا تھا۔

حضرت صاحب نے اکتوبر میں خط لکھا کہ آپ واپس آ جائیں۔ لیکن آنے سے پہلے تین مہینے یورپ میں گزار آؤ میں چلا گیا تقریباً سارے ملکوں میں گھومتا پھرتا رہا اور جو حضرت صاحب نے فرمایا تھا وہ میں نے رپورٹ کر دی اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔ یہاں آکر اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری کی پوسٹ تھی فارن ڈاک باہر سے آتی تھی حضرت صاحب کو۔ پہلے تو حضرت صاحب خود جواب دیتے تھے اور کبھی مجھے جواب دینا ہوتا تھا۔ جب حضرت صاحب ساتھ ہوتے تھے تو پرائیویٹ سیکرٹری پوچھ لیتا تھا کہ کیا جواب دوں۔ لیکن میں ڈاک الگ پیش کیا کرتا تھا میں فروری میں آیا تھا مجھے مولوی افضل صاحب اور خان صاحب لے کر حضرت صاحب کے پاس گئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس کی کتنی چھٹی ہے انہوں نے کہا جی تین مہینے حضرت صاحب نے فرمایا کہ انہیں چھٹی پر بھیج دیں اور چھٹی کے بعد مجھے آکر ملیں مولوی صاحب کہنے لگے جی میں نے کل فلاں محلے میں تقریر کروانی ہے حضرت صاحب نے فرمایا مجھے اس کی تقریروں سے کوئی دلچسپی نہیں وہ آپ جانیں اور یہ جانیں میں تو یہ کہتا ہوں کہ آج ہی چھٹی پر روانہ ہو جائیں۔ میں چلا گیا تو ایک مہینے کے بعد واپس آیا حضرت صاحب نے کہا میرے دفتر میں بیٹھ جاؤ۔

حضرت صاحب کا طریق تھا وہ لفافہ خود کھولتے تھے لفافہ کے اوپر ہی اشارہ ہوتا تھا کہ کیا۔ اگر باجوہ صاحب لکھ دیا تو وہ مجھے خط مل جاتا تھا اگر PS لکھ دیا تو PS کو چلا جائے۔ بعض کے ساتھ لکھ دیتے تھے کہ پیش ہوگا اور میں پیش ہو جاتا تھا اور جس پر نہیں ہوتا تھا اس کا جواب میں خود لکھ دیتا تھا اور دستخط کروا لیتا تھا پتہ ہوتا تھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ تو اسمیں دو قسم کی ڈاک تھی اس عہدے پر میں نے دسمبر کے آخر تک کام کیا۔۔۔ اس کے بعد بطور امام بیت الفضل تقرری ہوئی 31 جولائی 1950 کو لندن پہنچا تھا وہاں باجوہ صاحب تیار بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے میں چارج لے لوں انہیں میں نے کہا میں یہاں سے ہی گیا ہوں چارج مجھے پتہ ہے کیا ہے جمع تفریق کرنی ہے آپ دیکھ لیں میں دستخط کر دوں گا۔ باجوہ صاحب سے میں نے چارج لے لیا تو دس بارہ دن کے بعد وہ واپس آ گئے اور پھر میں 1955 تک وہاں رہا۔

اس دوران وہاں گرم پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا مشن ہاؤس کو گرم کرنے کا کوئی سسٹم نہیں تھا تو میں ہر جمعے کو پبلک باتھ میں جا کر نہا آتا تھا اور اول وضو ٹھنڈے پانی سے کر لیتے تھے اور جرابیں وغیرہ پہن لیتے تو سارا دن گزر جاتا تھا اتفاق ایسا ہوا کہ وہاں مجھے ایک دوست ملا جو 1945 میں چوہدری رحمت اللہ صاحب کی دعوت پر مجھے ملا تھا ان کا دوست تھا کاٹن کا کاروبار کرتا تھا اور مجھ سے ایک سال سینئیر تھا فیصل آباد کالج سے میرا بھی واقف تھا مگر وہاں پھر دوست بن گیا۔ وہ وہاں اتفاق سے آ گیا اس نے وہاں اپنا دفتر کھول لیا وہ میرے پاس آیا کرتا تھا۔ تو وہ ایک دفعہ باتھ روم گیا کہنے لگا بڑا ٹھنڈا پانی ہے میں نے کہا اسی تے ایدے نال ہی چار سال گزارہ کر لیا اے زندگی وقف ایسی واسطے کیتی اے اس نے جا کر مجھے ایک سو پاؤنڈ کا چیک بھیج دیا کہنے لگا پانی کا انتظام کر لیں اور پانی کا انتظام اللہ نے کر دیا پبلک باتھ پر جانا بند ہو گیا۔

کمرے گرم کرنے کے لیے کوئی انتظام نہیں تھا کوئلہ جلا کر کرتے تھے میں تو نہیں جلاتا تھا it is difficult for me لیکن جلانا تو چاہیے تھا۔ اس کے بغیر بھی گزارہ کرتے رہے۔ ایئر مارشل ظفر چوہدری بھی تھا وہ اس وقت فلائیٹ لیفٹیننٹ تھا تو وہ میرے پاس آیا کرتا تھا اگر چھٹی پر آیا یا لندن آیا ایک دن دو دن رہا کرتا تھا ایک دن اس نے مجھ سے چپکے سے کہا ریڈیو بھی کوئی نہیں ہے میں لا دوں میں نے کہا۔ لیا دے۔ وہ گیا اور ریڈیو خرید لایا اور ریڈیو سننے لگ گئے۔ پھر حالت یہ تھی کہ پردے نہیں تھے کمروں کے۔ ظفر نے کہا میرا دل کرتا ہے پردے بنا دوں میں نے کہا بنا دیں اس نے پردے کمروں کے بنا دیئے اس طرح کام چلتا تھا۔

لندن سے جب میں واپس آیا تو حضرت صاحب بیرون ملک جا رہے تھے میں ملا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ چھٹی آجکل چار ماہ ملتی ہے تم فوراً چھٹی پر چلے جاؤ اور میرے آنے سے پہلے کراچی آجانا لیکن جب میں یہاں ربوہ آیا اور حافظ عبدالسلام صاحب کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے کہا چار مہینے تم چھٹی لے سکتے ہو میں گھر پہنچا تو دوسرے دن تار مل گئی چھٹی کینسل ڈیوٹی میں واپس آیا تو حافظ صاحب نے کہا کہ میاں مبارک احمد صاحب باہر چلے گئے ہیں اور چار مہینے وہاں رہا پھر حافظ صاحب نے کہا چار مہینے تمھاری چھٹی قائم ہے تم چلے جاؤ میں چلا گیا تو پھر ایک خط آ گیا کہ چھٹی کینسل ڈیوٹی میں چلا گیا تو حافظ صاحب نے کہا یہ چھٹی میاں عزیز احمد کے پاس لے جاؤ میاں صاحب کے پاس میں آیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب نے تمھیں نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقرر کیا ہے میاں شریف احمد صاحب ناظر تھے میں وہاں چلا گیا چوہدری عبدالواحد صاحب سے میں نے چارج لے لیا وہ کسی اور دفتر میں چلے گئے میں وہاں رہا وہ چھٹی آج تک بقایا ہے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب سے میری واقفیت لندن میں ہوئی میاں صاحب پارٹیشن کے بعد انگلستان گئے تھے وہاں سات آٹھ مہینے رہے مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے کہیں جانا ہو چلے جاتے تھے اس لیے واقفیت تو تھی بلکہ گھریلو واقفیت تھی۔ میں میاں صاحب کے پاس گیا کہ کوئی ہدایت نصیحت وہ کہنے لگے دو باتیں ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا بجٹ بہت تھوڑا ہوتا ہے اس بارے میں لڑنا جھگڑنا میٹنگ میں کار آمد نہیں ہے۔ کہ اس معاملے میں زیادہ انجمن کو لکھنا نہیں چاہیے اطلاع دے دو کہ ہمارا بجٹ فلاں مہینے کا ختم ہو گیا ہے دوسری بات یہ فرمائی کہ یہ بات یاد رکھنا کہ جماعت میں کسی کو شامل کرنا بڑا مشکل ہے لیکن جماعت سے نکالنا بڑا آسان ہے اس لیے نکالنے میں کبھی جلد بازی نہ کرنا یہ کبھی جلد بازی میں اقدام نہ کرنا یہ میاں صاحب کی نصیحت تھی۔

(ٹائپنگ: قرۃ العین)

حمدِ باری تعالیٰ

عطاء المجیب راشد

آسماں کا زمیں کا نور ہے تُو
اپنی قدرت کا اَوجِ طُور ہے تُو

تیرے جلوے عیاں ہر ایک شے میں
بہرِ قلب و نظر سُرور ہے تُو

ہر مکاں اور لامکاں میں موجود
مظہر و ظاہر و ظُہور ہے تُو

وحدہٗ لا شریک ذات تیری
نقشِ ہر غیر سے نفُور ہے تُو

تیری جلوہ گری ہے رفعتوں پر
تحتِ پاتال بھی ضرور ہے تُو

تو رگِ جاں سے بھی قریب تر ہے
کون کہتا ہے اُس سے دُور ہے تُو

خالقِ کُل جہاں ہے تیری ذات
مالکِ ساعتِ نشُور ہے تُو

وہ جو تیرے ہی ہو گئے ہیں، اُن کا
نازپرور ہے تُو غرور ہے تُو

عاصیوں کے لئے رِدائے بخشش
سب گنہ گار ، اک غفور ہے تُو

جس کو حاصل ہوا ہے تیرا عرفاں
اُس کے باطن کا گویا طُور ہے تُو

اک نظر راشدِ شکستہ تن پر
ناظر و حاضر و حُضُور ہے تُو

منظوم کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ارے مسلم طبیعت تیری کیسی لا اُبالی ہے — ترے اعمال دُنیا سے جُدا فطرت نرالی ہے
خُدا کو دیکھ کر بھی تو کبھی خاموش رہتا ہے — کبھی اس زِشت رُو کو دیکھ کر اَے واہ کہتا ہے
کبھی اس چشمہء صافی کے ہمسائے میں بستا ہے — کبھی اک قطرۂ آبِ مقطّر کو ترستا ہے
کبھی خروار غلّے کے اُٹھا کر پھینک دیتا ہے — کبھی چیونٹی کے ہاتھوں سے بھی دانہ چھین لیتا ہے
کبھی آفاتِ ارضی و سماوی سے ہے ٹکراتا — کبھی لُو بھی جو لگ جائے تو تیرا مُنہ ہے مُرجھاتا
کبھی کہتا ہے تو اللہ کو کس نے بنایا ہے؟ — کبھی کہتا ہے رازِ خلقِ دُنیا کس نے پایا ہے؟
کبھی اللہ کی قدرت کا بھی انکار ہے تجھ کو — کبھی انسان کی رفعت پہ بھی اِصرار ہے تجھ کو
کمالِ ذاتِ انسانی پہ سو سو ناز کرتا ہے — کبھی شانِ خداوندی پہ سو سو حرف دھرتا ہے
جو راحت ہو تو مُنہ راحت رساں سے موڑ لیتا ہے — مصیبت ہو تو اس کے دَر پہ سَر تک پھوڑ لیتا ہے
جہانِ فلسفہ کی علّتوں کا چارہ گر ہے تُو — مگر جو آنکھ کے آگے ہے اس سے بے خبر ہے تُو
تو مشرق کی بھی کہتا ہے تو مغرب کی بھی کہتا ہے — مگر رازِ درون خانہ پوشیدہ ہی رہتا ہے
سرود و ساز و رقص و جامِ انگوری و مَے خواری — پھر اسکے ساتھ تکبیریں بھی ہیں کیسی ہے خودداری
اگر چاہے تو بندے کو خُدا سے بھی بڑھادے تُو — اگر چاہے تو کرّوبی کو دوزخ میں گرادے تُو
غلامی رُوس کی ہو یا غلامی مغربیت کی — کوئی بھی نام رکھ لے تُو وہ ہے زنجیر لعنت کی
تُو آزادی کا ٹھپّہ کیوں غلامی پر لگاتا ہے — غلافِ فوضویّت لے کے قرآن پر چڑھاتا ہے
یہ کھیل اضداد کی عرصہ سے تیرے گھر میں جاری ہے — کبھی ہے مارکس کا چرچا کبھی درسِ بخاری ہے
مسلمانی ہے پر اسلام سے ناآشنائی ہے — نہیں ایمان کسبی، باپ دادوں کی کمائی ہے

کبھی نعروں پہ تُو قرباں کبھی گفتار پر قُرباں
مِرے بھولے صنم میں اس ترے کردار پر قُرباں

دعویٰ مصلح موعود

نعیمہ شاہ بنت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان، اوہائیو

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 28 جنوری 1944ء کے خطبہ جمعہ میں اپنی ایک عظیم الشان رویاء بیان فرمائی جو یکم فروری کے الفضل میں شائع ہوئی۔ اس کے دوران حضور کی زبان پر عربی میں الہام جاری ہوا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں جو خود الہامی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ ﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں، انا محمدٌ عبدهٗ و رسولهٗ۔ اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور آپؑ فرماتے ہیں اَنَا الْمَسِیْح الموعود اس کے بعد میں ان کو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا وہ یہ ہے وَاَنا مسیح الموعود مثیلهٗ و خلیفتهٗ یعنی اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ اُسکا مثیل ہوں اور اُسکا خلیفہ ہوں۔ تب خواب میں مجھ پر ایک رعشہ کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا طاری ہوا ہے۔ اسکا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اسکے بعد معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسکے آگے جو الفاظ ہیں و خـلیفتـهٗ اور اسکا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اُس سوال کو حل کر دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا' کے مطابق اسکے پورا کرنے کیلئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ کہ اسکا مثیل ہونے اور اسکا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں مَیں بھی مسیح موعود ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اُسکے اخلاق اپنے اندر لے لےگا وہ ایک رنگ میں اُس کا نام پانے کا بھی مستحق ہوگا۔ حضورؑ کے کام وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تھے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضور کے وجود کے اندر زندہ ہو کر کام کر رہے ہیں اور مثیلـهٗ کے الفاظ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود تو دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آسکے، اُنکا مثیل یعنی شُبِّہ حضورؓ کو قرار دیا ہے۔ خلیفہ کا لفظ یہ بات واضح کر رہا ہے کہ حضور والا حضرت مسیح موعودؑ کے کامل متبع اور آپ کے سچے جانشین ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ جو رویاء اللہ تعالیٰ نے مجھے 7 اور 8 جنوری کی درمیانی شب دکھائی جس سے یہ بات آسمانی طور پر مجھ پر ظاہر ہوگئی کہ جو پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی جسکے متعلق یہ بات متعین فرمائی تھی کہ وہ 20 فروری 1886ء سے 9 سال کے عرصہ میں پیدا ہو جائے گا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ وہ اُسے آپ کا جانشین بنائے گا اور اس سے آپ کے کام کی تکمیل کروائے گا اور اسکے وجود میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی بعض پیشگوئیاں بھی پوری فرمائے گا' وہ میں ہی ہوں۔ چنانچہ میں 28 جنوری 1944ء کو جمعہ کے دن اسکا اعلان کر رہا ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا ہے اب جبکہ ساری جماعت یہاں پر جمع ہے اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اُسی کے انکشاف کے ماتحت اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق دُنیا میں آنا تھا اور جسکے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریم ﷺ کے نام کو دُنیا کے کناروں تک پھیلائے گا اور اُس کا وجود اللہ تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا وہ میں ہی ہوں اور میرے ذریعے وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔

یہ یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں۔ میں فقط اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دُنیا میں قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ہتھیار بنایا ہے اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے۔ اور نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو اور میرا خاتمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔

اس پیشگوئی کی اغراض بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

1۔ یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے کہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت سے نجات پائیں اور جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں باہر آئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ چلّہ اس لئے کیا گیا ہے تا کہ وہ لوگ جو دینِ اسلام سے مُنکر ہیں اُنکے سامنے خدا تعالیٰ کا ایک زندہ نشان ظاہر ہو اور جو رسول اللہ ﷺ کی کرامت کا انکار کر رہے ہیں انکو ایک تازہ اور زبردست ثبوت اس بات کا مل جائے کہ اب بھی خدا تعالیٰ اسلام اور رسول اللہ کی تائید میں اپنے نشانات دکھاتا ہے۔

2۔ یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی تھی تا دین اسلام کا شرف ظاہر ہو اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

3۔ یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے تا کہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اسکے معنے ظاہر ہیں کہ حق اس وقت کمزور ہے اور باطل غلبہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ الٰہی نشان ظاہر ہو جائے اور وہ لوگ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ اسلام حق ہے اور اسکے مقابل پر جتنے مذاہب کھڑے ہیں وہ باطل ہیں۔

4۔ چوتھی غرض اس پیشگوئی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں قادر ہوں اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

5۔ پانچویں غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔۔۔

6۔ جو لوگ میرے زمانے میں اسلام کی تکذیب کر رہے ہیں اُنہیں اسلام کی صداقت کی ایک کھلی نشانی ملے۔

7۔ ساتویں غرض یہ ہے کہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے اور پتہ لگ جائے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اسی خطاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت پُر شوکت الفاظ میں فرمایا میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کا مورد بنایا ہے جو ایک آنے والے موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ اسلام پر کامل حجت کر دی ہے۔ اور ان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔

دعویٰ مصلح موعود کرنے کے بعد حضورؓ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر دعوت وتبلیغ اور اتمام حجت کی خاطر مندرجہ ذیل چار اہم مقامات پر جلسے منعقد فرمائے:

ہوشیار پور، 20 فروری 1944ء

لاہور، 12 مارچ 1944ء

لدھیانہ، 23 مارچ 1944ء

دہلی، 16 اپریل 1944ء

ان جلسوں میں شرکت کیلئے حضور نے خاص ہدایات جاری فرمائیں کہ جس کے مطابق جلسے میں شرکت کرنے والے خوش قسمت احمدی ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں کے خاص التزام کے ساتھ بڑے وقار اور بردباری سے صحیح اسلامی تعلیم وتربیت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے اس طرح سفر کرتے کہ دیکھنے والے اس نظارہ سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ ایک مشہور معاند احمدیت نے اپنے اخبار میں یوں لکھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ صحابہ مکہ فتح کرنے جا رہے ہیں۔ حضور اپنی تقریر میں پہلے بعض قرآنی ادعیہ کا اس طرح ذکر فرماتے کہ سارے مجمع پر سوز اور رقت طاری ہوتی۔ معاصر الفضل اس کیفیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے۔ حضور جب **اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم** کے قرآنی الفاظ پر پہنچتے تو دوبارہ انہی بابرکت الفاظ کو دہراتے۔ ان الفاظ میں اور حضورؓ کی آواز میں اتنا درد بھرا ہوا تھا کہ سننے والوں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ان کے قلوب درد سے بھر گئے۔ رقت غالب آگئی اور گریہ وزاری کا عالم طاری ہو گیا اور انہوں نے بھی اپنے دل میں انہی الفاظ کو نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دُہرایا۔

ازاں بعد حضورؓ نے مندرجہ ذیل ادعیہ ماثورہ پڑھیں جنہیں جماعت کے احباب نے حضور کی آواز کے ساتھ ساتھ نہایت رقت اور سوز کے ساتھ دُہرایا:

رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْاَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَالَاطَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْلَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O (سورة البقرہ:287)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (سورة ال عمران:54)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O (ال عمران:148)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ...رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ O رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ O(ال عمران:194-195)

رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (ال عمران:9)

یہ دعائیں حضور کی زبان مبارک سے کچھ ایسے درداورسوز کے ساتھ بلند ہوئیں کہ تمام مجمع کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔ دل اللہ تعالیٰ کی خشیت اوراس کی محبت سے بھر گئے اور آہ وبُکا کی آواز ہرطرف سنائی دینے لگی۔ حضور نے دُعائیں پڑھنے کے بعد فرمایا:

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ دعائیں ہیں جن میں انبیاء اوراُنکی ابتدائی جماعتوں کیلئے خدا نے ایک طریق راہ بیان فرمایا ہے۔ اسکے بعد قرآنی الفاظ میں ہی اپنے ربّ کو مخاطب کر کے اسکے حضور نذرِ عقیدت پیش کرتا ہوں اور دوست بھی ان الفاظ کو دُہراتے جائیں۔ چنانچہ حضور نے مندرجہ ذیل الفاظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے:

قُوْلُوْآ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ج لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ O (البقرة:137)

تمام مجمع نے ایک بار پھر اشکبار آنکھوں اور دردمند قلوب کے ساتھ ان الفاظ کو دُہرایا اوراس وقت یوں محسوس ہوا کہ آسمان سے انوارالٰہیہ کا نزول ہورہا ہے اور فرشتے دلوں کو ہرقسم کی میل کچیل سے صاف کر کے انہیں پاکیزہ اور مطہر بنارہے ہیں۔ (الفضل 19فروری1956ء)

ان جلسوں میں حضور مصلح موعود کی پیشگوئی اس بارہ میں خدائی انکشاف اور پھر اس نشان کے پورا ہونے کا نہایت پُر شوکت اور مؤثر رنگ میں بیان فرماتے۔ وہ نظارہ بہت رُوح پرور اور وجدآفرین تھا جب حضور نے اُس مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے چلّہ کشی فرمائی تھی یہ اعلان فرمایا کہ ”میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ پیشگوئی جوحضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر اس شہر ہوشیار پور میں سامنے والے مکان میں نازل ہوئی جس کا اعلان آپ نے اس شہر سے فرمایا وہ پیشگوئی میرے ذریعے پوری ہوچکی ہے اوراب کوئی نہیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہوسکے۔“ (الفضل 19فروری1956ء)

مندرجہ بالا اقتباسات سوانح فضل عمرؓ جلد سوم صفحہ 362 تا 387 سے مختصراً درج کرنے کے بعد خاکسار اپنے والد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہؓ صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ومعالج خصوصی سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت مصلح موعود کے بارے میں ایک خواب جو آپ نے 1930 میں دیکھا درج کرتی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں 1930ء کا واقعہ ہے ماہ رمضان کی 12 تاریخ کو بعد نماز فجر سویا ہوا تھا۔ میں نے رویاء میں دیکھا کہ اس بات کی منادی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ واپس تشریف لارہے ہیں یعنی زندہ ہوکر واپس آرہے ہیں۔ اس منادی کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور عاجز راقم استقبال کیلئے مسجد مبارک کے چوک میں پہنچے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بجز ہم دونوں کے اور کوئی نہیں۔ اس اثناء میں نظر آیا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام جانب شمال سے تشریف لارہے ہیں اور حضور کے چہرے پر سفید نقاب ہے۔ جب حضور اس مقام پر پہنچے تو حضور نے چہرہ مبارک پر سے نقاب اُٹھا دیا۔ اُس وقت حضور کا چہرہ ایسا منور نظر آیا جسکی مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ تھوڑے توقف کے بعد پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضور سے مصافحہ کیا پھر اس عاجز نے کیا۔ حضور پُر نور نے اس عاجز کے ہاتھ کو کچھ دیر تک تھامے رکھا۔ اس اثناء میں مجھے کچھ معلوم ہونے لگا کہ حضور کی شکل حضرت مرزا سلطان احمد کی سی ہورہی ہے اور ساتھ ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت مرزا سلطان احمد لاہور میں تھے وہ تندرست ہوکر آئے ہیں۔ مگر یہ خیال زیادہ غالب نہ رہا بعد میں میری آنکھ کھل گئی۔ آپ فرماتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اس رویاء میں کچھ تعلق لاہور کا پایا جاتا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی انا المسیح الموعود کا الہام لاہور میں ہوا ہے۔ گویا لاہور سے حضرت مسیح موعودؑ آرہے ہیں۔ اس رویاء کے وقت میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میرا جسم خوشی کی انتہاء کی وجہ سے بستر سے اُچھل رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وجود لائق صد ستائش ہے کہ وہ پیارے مسیح موعودعلیہ السلام کو دوبارہ دُنیا میں لانے کا موجب بنا اور یہ عاجز اپنے پیارے مولا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس عاجز کو

14 سال پہلے حضور کا مسیح موعود ہونا دکھا دیا، الحمدللہ

میرے والد صاحب اُن خوش نصیب 40 افراد میں سے تھے جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی غلامی اور تابعداری میں اُس کمرے میں دُعا کی توفیق ملی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں 40 روز تک چلّہ کشی فرمائی۔ نیز تمام چاروں جلسوں میں حضور کی معیت میں حضور کے قریب رہتے ہوئے شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور دعاؤں کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں کے طفیل والد صاحب کی دُعائیں اُنکی اولاد در اولاد کیلئے قبول فرماتا چلا جائے اور ہمیں ابدالآباد تک ان دُعاؤں کا وارث بنائے اور ہم سب کو آسمانی خلافت کی سچی اطاعت اور بے لوث محبت کی توفیق عطا فرمائے جس کا قابلِ رشک نمونہ والد صاحب نے دکھلایا۔

اسکے بعد اپنی پیاری والدہ صاحبہ کا ایک خواب جو اُنہوں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے دین کے بادشاہ ہونے کے بارے میں مصلح موعود کا اعلان ہونے سے تقریباً 5 سال قبل دیکھا تھا اور اُسی روز صبح کو حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور الفضل یکم ستمبر 1956ء کے پرچہ میں شائع ہوا تھا، تحریر کرتی ہوں۔ آپ نے دیکھا کہ کوئی جگہ ہے جہاں حضور سیر کیلئے یا کسی اور مقصد کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔ حضور کے ہمراہ مَیں اور ڈاکٹر صاحب بھی ہیں۔ مکان کی نچلی منزل میں ہم رہتے ہیں اور اوپر کی منزل میں جسکے کئی کمرے ہیں، حضور قیام فرما ہیں۔ مَیں اپنے نیچے کے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی ہوں جہاں اُمّ وسیم احمد صاحبہ ایک کمرے میں بیٹھی ہیں۔ اس کمرے کے آتشدان پر پرانی چابیوں کے کئی گُچھے پڑے ہیں۔ میں ان کو السلام علیکم کہہ کر آگے چلی گئی ہوں آگے جا کر دیکھا کہ حضور برآمدے میں بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ میں نے حضور کو السلام علیکم کہا اور پیچھے کھڑی ہو گئی۔ حضور وضو کر کے جلدی سے اُٹھے اور ایک کمرے کی طرف چلے گئے جہاں حضرت اُمِّ ناصر صاحبہ کھڑی ہیں اور فرمانے لگے کہ تم نے میرے کپڑے نکال دیئے ہیں۔ حضرت اُمِّ ناصر صاحبہ نے کہا نہیں۔ حضور بہت جلدی میں ہیں جیب سے چابیاں نکال کر اُس صندوق کا تالا کھولنے لگے ہیں جس میں اُنکے کپڑے ہیں۔ میں بھی پاس ہی کھڑی ہوں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ایک دفعہ حضور سے عطر کی شیشی نہیں کھلتی تھی اور مجھے عطر کی شیشیاں کھولنے کی ترکیب یاد تھی کہ وہ کچھ گرم کر کے کھل جاتی ہیں اور میں نے حضرت اُمِّ طاہر صاحبہ سے شیشی لے کر کھول دی تھی۔ یہی خیال کر کے کہ شاید اللہ تعالیٰ تالا بھی مجھ سے کھلوا دے، میں نے حضور سے چابی لے لی اور جب تالے میں گھمائی تو وہ تالا کھل گیا اور حضرت اُمِّ ناصر صاحبہ نے حضور کے کپڑے نکال دیئے۔ حضور اپنے کپڑے لے کر اُسی جگہ چلے گئے جہاں وضو فرما رہے تھے اور کپڑے بدل لئے۔ کپڑے بدل کر حضور کھڑے ہوئے تو حضور کی شلوار اس قدر چمک رہی تھی جیسے پہاڑوں پر برف چمک رہی ہو۔ قمیص اس سے بھی زیادہ چمکدار تھی۔ جب حضور نے سر پر پگڑی باندھی تو ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے پگڑی پر آسمان سے نُور برس رہا ہو۔ اس پگڑی کی وجہ سے حضورؓ کا کچھ چہرہ بھی ڈھانپا گیا تھا۔ اسکے بعد جب حضور نے اچکن پہنی تو ایسے معلوم ہوا جیسے حضور بادشاہ ہیں ۔۔۔ میں بہت حیران ہو کر حضور کی طرف دیکھے جا رہی ہوں۔ اتنے میں سامنے سے مجھے حضرت اماں جانؓ آتی ہوئی نظر آتی ہیں اور حضرت اماں جانؓ نے مجھے بلند آواز سے پکار کر کہا اولڑکی اور بیگم تم کیا دیکھ رہی ہو۔ اس پر میں بہت خوشی سے حضرت اماں جانؓ سے کہتی ہوں دیکھیں اماں جان حضور بادشاہ بن گئے ہیں۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ آپ فرماتی ہیں اس خواب کے ساڑھے چار سال بعد جب حضور نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو اُسی وقت سے ہی میرا اور میری اولاد کا یہی ایمان ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح موعود ہیں اور خلیفہ برحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مولا کریم میرے بعد میری اولاد کا اسی پر خاتمہ کرے، آمین۔ یہ خواب آپ نے حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا) کو بھی تحریر فرمایا تھا۔

(نوٹ: مضمون نگار، محترمہ نعیمہ شاہ صاحبہ، مارچ 2011 میں وفات پا چکی ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔)

چادرِ فضل و عنایت میں چُھپا لے پیارے
مجھ گنہ گار کو اپنا ہی بنا لے پیارے
گر نہ دیدار میسّر ہو نہ گفتار نصیب
کوچۂ عشق میں جا کر کوئی کیا لے پیارے
پردۂ غیب سے امداد کے ساماں کر دے
سب کے سب بوجھ مِرے آپ اُٹھا لے پیارے
نام کی طرح مِرے کام بھی کر دے محمودؔ
مُجھ کو ہر قسم کے عیبوں سے بچا لے پیارے

(از کلامِ محمود)

وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا

جمیل احمد بٹ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے امت میں آنے والے مسیح کی جو علامات بیان فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی یتزوج و یو لدلہ (مشکوۃ مجتبائی صفحہ نمبر 480باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کو اولاد دی جائے گی۔

شادی کرنا اور اس کے نتیجہ میں اولاد کا پیدا ہونا ہر انسانی زندگی کا حصہ ہے اس لئے اس کا بطور علامت ذکر ہونا اس شادی اور اس اولاد کے خاص ہونے کی خبر تھی چنانچہ جب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس اجمال کی تفصیل حضرت مسیح موعود کو الہام کی۔ جسے آپ نے 20 فروری 1886ء کو تحریر فرما کر اخبار ریاض ہند امرتسر میں شائع کروایا۔ یہ حیرت انگیز پیش گوئی ہے۔ اولاد کا ہونا، بیٹے کا ہونا اور اس بیٹے کا 58 ایسی صفات کا حامل ہونا جن میں سے کسی ایک کا بھی کسی فرد میں ہونا اس کو درجہ کمال پر پہنچا سکتا ہے اور ان میں سے بعض کے پورا ہونے کے لئے لمبی عمر اور اعلیٰ حیثیت بھی ضروری تھی۔ اتنے بہت سارے مختلف النوع امکانات کا یکجا ہونا ایک انہونی بات تھی۔ اس بیٹے کی ان مذکورہ صفات میں سے ایک خبر یہ تھی کہ وہ 'سخت ذہین وفہیم ہوگا'۔

ایک شخص ذہین ہونے کے ناطے اپنی زندگی بہتر طور پر گزار سکتا ہے اور اپنے حلقہ احباب میں ایک ذہین انسان کے طور پر جانا جا سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اپنی عام زندگی میں ایک زیرک انسان تھے۔ اتنا ہونا بھی اس علامت کو پورا کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تابع آپ کو ایسی زندگی عطا ہوئی جس کا دائرہ کار اور اثر پذیری دنیا بھر پر محیط تھی۔ آپ ایک عالم گیر الٰہی جماعت کے سربراہ ہوئے جس کی اپنی گوناگوں ذمہ داریاں تھیں اور آپ کے دور قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے آزادی کی جو کامیاب جدوجہد کی اور دیگر ممالک کے مسلمان مختلف حوادث سے گزرے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اپنی خداداد ذہانت اور فہم کی بدولت اس سارے عرصہ میں ان سارے محاذوں پر ایک انتہائی اہم اور روشن کردار ادا کرنے کا موقع ملا اور بنی نوع انسان نے وسیع پیمانے پر آپ سے فیض پایا۔

ذہانت اور دانش مندی سے لبریز آپ کی زندگی سے ایسے چند اوراق کو دہرانا اس مضمون کا موضوع ہے

ایک زیرک انسان

پیش گوئی میں بتایا گیا کہ 'وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا' یہ وصف اس موعود کی عقل ودانش اور فہم ودانائی کا مرقع ہونا ظاہر کرتا ہے۔ عقل ودانش انسان کو مشکل حالات میں زندگی کے معمولات کو بہتر طریق پر بجالانے کے قابل کرتی ہے اور حالات کے مطابق درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت بخشتی ہے۔ اس خوبی کا مالک قائدانہ صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے اور بڑے بڑے کام کرنے کا اہل ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعود کی کامیاب وکامران زندگی کا ہر قدم یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ سخت ذہین وفہیم تھے۔ ہر روز اپنے اور بیگانے آپ سے ملتے اور اپنے مسائل کے حل کے لئے مشوروں کے طالب ہوتے آپ ہر معاملہ کا بہترین حل تجویز فرماتے۔ جماعتی سرگرمیوں سے متعلق شعبہ جات کے سربراہان اپنی رپورٹس کے ساتھ حاضر ہوتے، بیرون ملک سے ایک مختلف پس منظر کے ساتھ مسائل سے پُر رپورٹس آپ کو پیش کی جاتیں۔ مختلف ملکوں سے احمدی آپ سے خطوط کے ذریعہ مشوروں کے طالب ہوتے غرضیکہ سینکڑوں افراد ہر روز آپ کی فہم وفراست اور عقل ودانش سے فیض یاب ہوتے اور اپنے کام سنوارتے۔

بچپن اور لڑکپن

حضرت مصلح موعودؓ کا ذہین وفہیم ہونا کم عمری سے ہی نمایاں تھا۔ پیدائشی احمدی

ہوتے ہوئے آپ نے 9 سال کی عمر میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔
گیارہ سال کی عمر میں آپ نے یہ عجیب تجربہ کیا:

''میں گیارہ سال کا ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں۔ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے وہ گھڑی میرے لئے کیا خوشی کی گھڑی تھی''

(یادِایام ۔ انوارالعلوم جلد 8صفحہ نمبر 365)

اسی لڑکپن کا ایک اور واقعہ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے یوں بیان کیا:

''حضرت صاحب ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے گھر واپس تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب سے جن کی عمر اس وقت 12,10 سال کی ہوگی پوچھا میاں یاد بھی ہے کہ آج میں نے کیا تقریر کی تھی؟ میاں صاحب نے اس تقریر کو اپنی سمجھ اور حافظہ کے موافق دہرایا تو حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے خوب یاد رکھا ہے''

(سیرت المھدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر 615، ایڈیشن 2008ء)

عام زندگی

بعد کی عام زندگی میں بھی آپ کی ذہانت اور فراست ہمیشہ حیران کن رہی۔ گھر میں عطر کی شیشیوں سے بھری چار بڑی الماریوں میں سے ایک کسی خاص عطر کی شیشی کی یوں نشان دہی فرمانا کہ "فلاں کونے کی الماری کے فلاں خانے کے بائیں کونے میں کٹ ورک کی شیشی" بٹی کو حیرت میں ڈبوتا تو گھر سے باہر کیمبل پور جیسی دور افتادہ جگہ اسٹیشن پر جمع احباب کا مقامی سربراہ کے تعارف کروانے میں غلطی پا کر آپ کا ملاقاتی کو صحیح نام سے مخاطب کرنا، سب سننے والوں کیلئے ایک حیران کن تجربہ ہوتا۔

1960ء میں بیماری کے عالم میں آپ کے ایک ملاقاتی حکیم یوسف حسن صاحب کے لئے اس وقت ایسی ہی حیرت کا سامان ہوا جب آپ نے انہیں بمشکل یاد دلایا کہ وہ زمانہ پہلے ایک دفعہ قادیان میں حضرت صاحب کی ایک بیٹی کے علاج کے لئے تشریف لائے تھے۔

جو خوش نصیب آپ کے قریب رہے یا آپ کے زیر ہدایت کام کیا ان کے بیان کردہ ہزار ہا واقعات آپ کی ذہانت اور فہم کے مختلف رنگوں کے مظہر ہیں۔ مثلاً مکرم مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور جو 30 سال آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے بیان کرتے ہیں:

i۔ 'یہ امر اکثر دیکھنے میں آتا رہا ہے کہ بہت لمبی لمبی حساب کی میزانوں کو حضور پلک جھپکنے میں کر لیتے اور پیچیدہ حسابی معاملات تو منٹوں میں حل ہو جاتے۔'

(ماھنامہ خالد ربوہ دسمبر 1964ء صفحہ نمبر 155)

ii۔ 'بڑے بڑے تاجر جب حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتے تو حضور کے مشوروں سے ہی فائدہ اٹھاتے اور سر دھنتے'۔

(ماھنامہ خالد ربوہ دسمبر 1964ء صفحہ نمبر 155)

آپ کی ذہانت کا عام زندگی میں ایک اور اظہار عام سے واقعات کے پس پردہ بڑے امکانات کو اخذ کرنے کی صلاحیت تھی۔ ایسے دو واقعات درج ذیل ہیں:

i۔ ویمبلے کانفرنس کے لئے لندن جاتے ہوئے آپ اگست 1924ء میں چار دن اٹلی میں ٹھہرے۔ اس دوران آپ نے عام مشاہدہ سے جو نتیجہ نکالا آپ کے الفاظ میں یوں تھا:

'اس وقت فاسسٹ پارٹی کا پوری طرح غلبہ نہیں ہوا تھا جس کا علم ہمیں اس طرح ہوا کہ فاسسٹ پارٹی کا یہ نشان تھا کہ وہ سیاہ قمیض پہنتے تھے مگر میں نے روم، وینس اٹلی کے شہروں میں دیکھا کہ بہت کم لوگ تھے جو سیاہ قمیض پہنے ہوئے تھے یا سیاہ ٹائی یا بیج لگائے ہوئے تھے'

(الفضل 28مئی 1945ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد پنجم از عبدالباسط شاھد صفحہ نمبر 274)

ii۔ اس سفر کے دوران شروع اگست 1924ء میں فلسطین میں اپنے ایک اور عام مشاہدہ اور اس کا حیرت انگیز نتیجہ نکالنے کا ذکر۔

'قوموں کی حرکت دیکھنے کا ذریعہ اسٹیشن ہوتے ہیں جہاں پر لوگ آنے جانے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور جہاں پر پتہ لگ جاتا ہے کہ قوم کے اندر کیسی حرکت پائی جاتی ہے۔۔۔ فلسطین کے ریلوے اسٹیشنوں پر مجھے اس بات کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور میں نے آبادی کے لحاظ سے دس فیصدی، یہودیوں کو اسٹیشن پر نوے فیصدی کی تعداد میں دیکھا اور آبادی کے لحاظ سے نوے فی صدی مسلمان اور عیسائی اسٹیشنوں پر دس فی صدی نظر آئے۔۔۔ قوموں میں حرکت بڑی اہمیت

رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں سفر کرنے اور سیر فی الارض کا بار بار ذکر آتا ہے'

(الفضل 12مارچ 1945ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد پنجم از عبدالباسط شاھد صفحہ نمبر 275)

تحدیثِ نعمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو جو دماغی صلاحتیں عطا فرمائیں ان کا بطور تحدیث نعمت کسی قدر آپ نے خود یوں ذکر فرمایا:

i۔' اگر کوئی پرانی بات بھی میرے مطلب کی ہو تو مجھے بہت یاد رہتی ہے۔۔۔کام کی چیز مجھے 20 سال کے بعد بھی یاد رہتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسے پڑھتے یا سنتے وقت میں نے اس کی طرف دماغ کو متوجہ کیا۔۔۔بعض دوستوں کے خطوط کے جواب جب میں دو دو تین تین ماہ کے بعد لکھواتا ہوں تو میں افسر ڈاک کو بتا دیتا ہوں کہ اس نے یہ نہیں بلکہ یہ لکھا ہے'۔

(الفضل 9جون 1932ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد پنجم از عبدالباسط شاھد صفحہ نمبر272)

ii۔' میں اپنے تجربے کی بناء پر بھی اور اس علم کی بناء پر جو خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت اور دماغ کے متعلق مجھے دیا ہے اور بغیر اس کے متعلق کوئی کتابیں پڑھنے کے مجھے ایسا باریک علم عطا کیا ہے کہ بسا اوقات وہ الہام کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ انسان کی شکل دیکھتے ہی اس کے تاثرات، جذبات، احساسات ایسے باریک طور پر میرے دل پر منکشف ہو جاتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ الہام خفی ہوتا ہے۔'

(الفضل 9جون 1932ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد پنجم از عبدالباسط شاھد صفحہ نمبر272)

iii۔' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے سلطان القلم قرار دیا تھا اس کے مقابلہ میں اس نے مجھے اتنا بولنے کا موقع دیا کہ مجھے اس نے سلطان البیان بنا دیا'۔

(خطبات محمود جلد 2صفحہ نمبر334 بحوالہ سوانح فضل عمر جلد پنجم از عبدالباسط شاھدصفحہ نمبر 273)

iv۔'میں بہت تیز لکھنے والا ہوں اور خدا کے فضل سے بہت تیز لکھ سکتا ہوں اور بھی تیز لکھنے والے ہوں گے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ مجھ سے تیز لکھ سکتا ہو۔ میں مضمون کے سَوا سَو صفحے ایک دن میں لکھ سکتا ہوں۔'

(خطبات محمود جلد 5صفحہ نمبر 237 بحوالہ سوانح فضل عمر جلد پنجم از عبدالباسط شاھد صفحہ نمبر 273)

v۔کوئی علم ہو خواہ وہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو میں اس پر جب غور کروں گا ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچوں گا۔۔۔اور چونکہ قرآن مجید کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اس لئے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل کرنا نہیں پڑا'

(الفضل 7جولائی 1932ء بحوالہ خطبات محمود جلد 13صفحہ نمبر 502)

vi۔' میرے ناک کی حس غیر معمولی طور پر تیز ہے یہاں تک کہ میں دودھ سے پہچان جاتا ہوں کہ گائے یا بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔'

(سیر روحانی ۔ انوارالعلوم جلد 16صفحہ نمبر 374)

سیاسی زعماء اور اہل علم شخصیات کا حضرت مصلح موعودؓ سے تعلق

حضرت مصلح موعود کی خداداد دانش اور حکمت ایک مقناطیس کی مانند ملک بھر کے نامور، سیاسی زعماء، لیڈروں، ادیبوں اور صحافیوں کے لئے کشش رکھتی تھی۔ایک بار کی ملاقات انہیں آپ کا گرویدہ کر دیتی اور وہ آپ سے خط وکتابت کرتے اور دوبارہ ملاقات کی تمنا رکھتے۔اسی سبب آپ کا برصغیر کے چوٹی کے مسلم زعماء اور ہندو لیڈروں سے ذاتی تعلق تھا۔بیشتر بڑے بڑے راہنماء آپ کے ملاقاتیوں میں رہے یا ان سے خط وکتابت رہی۔اکثر یہ ملاقاتیں رسمی یا محض خیرسگالی کے لئے نہ تھیں بلکہ ان کا موضوع مختلف وقتوں میں ملک کو درپیش اہم مسائل ہوتے اور ان کا مقصد ان مسائل کے حل کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کے دانشمندانہ مشورہ کا حصول۔ان سیاسی زعماء میں سے چند نام یہ ہیں:

قائداعظم محمد علی جناح، سید عبدالقیوم، سر عمر حیات ٹوانہ، نواب سر ذوالفقار علی خان، مولانا شوکت علی، مولانا محمد شفیع داؤدی، مولوی ظفر علی خان، مولانا عبدالباری فرنگی محل، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا ابوالکلام آزاد، نواب بھوپال، خواجہ ناظم الدین، نواب لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، سر فیروز خان نون، نواب سر سعید احمد خان چھتاری، خان بہادر اللہ بخش صاحب (وزیر اعلیٰ سندھ 1940ء)، خان بہادر راجہ اکبر علی، خان عبدالغفار خان، شیخ محمد عبداللہ، مسٹر گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، مسز سروجنی نائیڈو، پنڈت مدن موہن مالویہ، ڈاکٹر مونجے، لالہ

جپت رائے، مسٹرسری نواس آئنگر۔

سردارشوکت حیات خان نے 1945ء میں قائداعظم محمد علی جناح کا ایک پیغام پہنچانے کے لئے قادیان کا سفر کیا جس کی روئداد انہوں نے اپنی کتاب 'گمشدہ قوم' کے صفحہ نمبر195 مطبوعہ جنگ پبلیکیشنز 1995ء پر درج کی۔

اسی طرح آپ سے مراسم رکھنے والے ادیب، شاعر اور صحافیوں کے چند نمایاں نام درج ذیل ہیں:

مولانا محمد علی جوہر، شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، مولانا سید حبیب مدیر سیاست، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، علامہ احسان اللہ خان تاجور، منشی محمد الدین فوق مورخ کشمیر، سیماب اکبرآبادی، شوکت تھانوی، حفیظ جالندھری، مرزا فرحت اللہ بیگ، حکیم محمد یوسف حسن ایڈیٹر نیرنگ خیال، مولانا صلاح الدین احمد مدیر ادبی دنیا، وقار انبالوی، عبدالرحمٰن چغتائی، سید ابوظفر نازش رضوی، جوش ملیح آبادی، سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی ایم اے اور سید عبدالقادر ایم اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔

(تاریخ احمدیت جلد 6از مولانا دوست محمد شاھد صاحب صفحہ نمبر 207 ، نیا ایڈیشن)

حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے حقوق کے حوالے سے انگریز حکومت کے بعض نمائندوں سے بھی ملاقات کی ان میں نومبر 1917ء میں وزیر ہند مانٹیگو اور 1927ء میں گورنر پنجاب شامل تھے۔ 1946ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول سے آپ کی خط وکتابت رہی۔

آپ کے خطابات کے لئے منعقد کئے جانے والے جلسوں میں صدارت کے فرائض انجام دینے والے زعماء اور اہلِ علم میں نواب سر ذوالفقار علی خان، جسٹس (بعد میں چیف جسٹس پاکستان) محمد منیر، ملک فیروز خان نون (بعد میں وزیراعظم پاکستان)، ملک عمر حیات خان پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور، سر فضل حسین اور سر عبدالقادر شامل رہے۔

(سوانح فضل عمر جلد چھارم از عبدالباسط شاھد صاحب صفحہ نمبر 292)

حیرت انگیز دانش مندانہ راہنمائی

آپ ایک مذہبی رہنما تھے اور دین کی عظمت اور سربلندی کے لئے سوچ بچار اور سعی اور مذہبی سرگرمیاں آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ لیکن اپنی خداداد دانش اور فہم رسائی کی بدولت امت مسلمہ کی بہتری کی خاطر براہ راست متعلق نہ ہونے کے باوجود حضرت مصلح موعودؓ کسی واقعہ سے سطحی طور پر نہ گزرتے بلکہ اپنی کمال زیرکی اور دانش مندی کی بدولت قومی اور ملکی معاملات پر گہری نظر رکھ کر از خود اس کے پس پردہ عوامل اور ممکنہ نتائج کو بھانپ کر قوم و ملک پر اس کے اثرات کے بارے میں صحیح اور درست نتیجہ پر پہنچ جاتے اور اگر انہیں منفی پاتے تو تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر ان کا حل تجویز کرتے اور اس حل پر عمل درآمد کیلئے راستہ بھی۔ ایسا بار بار ہوا۔

آپ کی سوانح کا سرسری مطالعہ کرنے والا ایک قاری بھی آپ کے ہر آن متحرک ذہن اور معاملہ فہم دانائی سے انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ کس طرح ملکی اور قومی سطح کے ہر واقعہ پر آپ اسی حیران کن ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر سیاسی لیڈروں اور مسلم عوام کی راہنمائی کے لئے تکلیف اور مشقت اٹھا کر از خود اپنی رائے، تجاویز اور راہنمائی لکھ اور چھپوا کر متعلقہ لیڈروں اور ذمہ داروں تک پہنچانے کے لئے اقدام کرتے ہیں یا خود قومی اہمیت کی کانفرنسوں اور اجلاسوں میں شریک ہو کر زیر بحث گتھیوں کو سلجھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ آپ کی فہم و فراست ہی تھی کہ برصغیر کے سیاسی معاملات پر آپ کی رائے اور مشورے خاص اہمیت کے حامل رہے۔

لَو دیتی ہوئی عقل و دانش سے معمور اس اعلیٰ رخ کردار کی تفصیل تو ایک دفتر کی متقاضی ہے۔ یہاں صرف ایسے چند واقعات کا چھ ذیلی عناوین کے تحت کچھ ذکر ہی ممکن ہے۔

ترکی حکومت کا خاتمہ

جنگ عظیم اوّل میں ترکی کی اسلامی حکومت کا جرمنوں سے اشتراک کر کے میدان جنگ میں کود پڑنا اپنے نتائج کے لحاظ سے بعد میں پوری امت مسلمہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا۔ آپ نے اس نتیجہ کو اوّل دن ہی دیکھا اور 9 نومبر 1914ء کو ایک مضمون میں اسے بالکل بے سبب اور بے وجہ قرار دیا اور فرمایا:

'اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو ان کی بداعمالیوں اور ظلموں کی پوری سزا دینا چاہتا ہے'

(انوار العلوم جلد 2صفحہ نمبر 145)

جنگ میں اتحادیوں نے اپنی فتح کے بعد انتہائی غیر منصفانہ انداز میں سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیئے اور دیگر ذلت آمیز شرائط مسلط کیں۔ اس پر ردعمل کے اظہار کے لئے ہندوستان میں ہجرت ، جہاد اور ترک موالات کی تجاویز پیش ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان سب تجاویز کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ دیکھا اور جمعیت العمائے ہند کے مشہور لیڈر مولانا عبدالباری فرنگی محل کی دعوت پر الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت منعقدہ ایک کانفرنس کے لئے 30 مئی 1920ء کو لکھے گئے اپنے ایک رسالہ بعنوان 'معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ' میں ان مضرات کو درج فرمایا۔ جس میں منجملہ یہ جملے بھی لکھے:

'اس تجویز پر عمل کر کے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت بھی ٹوٹ جاوے گی۔ پس سوائے اس کے کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور تعلیم سے محروم ہو جاویں اور اپنے حقوق کو جو۔۔۔ پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں اور خطرہ میں ڈال دیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا'۔

(تاریخ احمدیت جلد 4از مولانا دوست محمد شاھد صفحہ نمبر 257 نیا ایڈیشن نیز انوار العلوم جلد 5صفحہ نمبر 181)

اس رائے کو نظر انداز کر کے مسلمان لیڈروں نے مسٹر گاندھی کی قیادت میں یکم اگست 1920ء کو عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی اور ساتھ ہی مسٹر گاندھی کی مدح سرائی بھی۔

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے سیرت گاندھی پر کتاب لکھی۔

(نقوش آپ بیتی نمبر صفحہ 1289)

مولوی ظفر علی خان صاحب نے ایک تقریر میں کہا:

'مہاتما گاندھی نے مسلمانوں پر جو احسان کئے ہیں ان کا عوض ہم نہیں دے سکتے۔ ہمارے پاس زر نہیں جب جان چاہیں ہم حاضر ہیں'

(تقاریر مولانا ظفر علی خان صفحہ نمبر 59 ۔61بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4صفحہ نمبر 262 نیا ایڈیشن)

لیکن نتائج ویسے ہی نکلے جیسے حضرت مصلح موعودؓ کی دور اندیشی نے خیال کئے تھے۔ چنانچہ لکھا گیا:

'اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا گھر بار ، جاندار ، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر ، خریدنے والے زیادہ ہندو تھے ، افغانستان ہجرت کر گئے وہاں جگہ نہ ملی واپس کئے گئے ، کچھ مر کھپ گئے جو واپس آئے تباہ حال ، خستہ ، درماندہ ، مفلس ، قلاش ، تہی دست ، بے نوا بے یارو مددگار ، اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں'

(حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری صفحہ نمبر 108 دوسرا ایڈیشن بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4 صفحہ نمبر 262نیا ایڈیشن)

'ان مہاجرین کی عظیم اکثریت بادل بریاں اور بادیدہ گریاں واپس آ گئی اور اس تحریک کا جو محض ہنگامی جذبات پر مبنی تھا نہایت شرمناک انجام ہوا'

(سر گزشت از مولانا عبدالمجید سالک صفحہ نمبر 116بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4 صفحہ نمبر 263 نیا ایڈیشن)

تحفظ ناموسِ رسالت

1927ء میں ہندوستان میں ایک آریہ نے آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک توہین آمیز کتاب رنگیلا رسول نامی شائع کی اور ایک ہندو رسالہ ورتمان میں ایک ہتک آمیز مضمون شائع کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر ان ناپاک حملوں کی روک تھام اور ان کے دفاع اور توڑ کے لئے آپ نے کئی بار مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔

i۔ 29 مئی 1927ء میں آپ نے ایک پوسٹر بعنوان' رسول کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے؟' شائع فرمایا۔ جس میں آپ نے وقتی جوش دکھانے کی بجائے ہندوؤں سے مقابلہ کے لئے تین حل تجویز کئے:

۱۔ مسلمان اپنی اصلاح کریں اور دین سے لاپرواہی چھوڑ دیں۔

۲۔ پوری دلچسپی سے اسلام کی تبلیغ کریں۔

۳۔ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے سرتوڑ کوشش کریں۔

(تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4 صفحہ نمبر 596-598 نیا ایڈیشن)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ کے اس پوسٹر کو انگریز حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔

ii۔ 23 جون 1927ء کو آپ نے ایک مضمون بعنوان 'رسول کریم ﷺ کی عزت کا تحفظ اور ہمارا فرض' تحریر فرمایا اور مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وقتی جوش سے کام نہیں چلتے استقلال کے ساتھ کام کی ضرورت ہے۔ تبلیغ کی طرف پوری توجہ دینی

چاہئے دوسرے ہمیں ہندوؤں کی دکانوں سے کھانے پینے کی چیزیں نہیں خریدنا چاہئے بلکہ خود اپنی دکانیں بنانا چاہئے تا کہ مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہو اور اپنے سیاسی حقوق کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 559-574)

iii۔ اس نازک وقت میں تحفظ ناموس ﷺ کے لئے ایک پر امن اور موثر عملی تحریک کی طرف راہنمائی کے لئے جولائی 1927ء میں آپ نے ایک اور مضمون بعنوان 'کیا آپ اسلام کی زندگی چاہتے ہیں؟' لکھا جس میں اسلام کو اپنی زندگیوں پر نافذ کرنا اور لین دین کے معاملات میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو مقدم رکھنا آپ نے اصل کام قرار دیا اور وقتی طور پر تجویز کیا کہ ایک وفد گورنر پنجاب سے ملے اور انہیں توجہ دلائے دوسرے ایک محضر نامے پر پانچ لاکھ مسلمانوں کے دستخط کرا کر حکومت کو پیش کیا جائے۔ اس محضر نامے میں جو معاملات لکھے جائیں ان میں یہ مطالبے بھی ہوں کہ پنجاب ہائی کورٹ میں کم از کم ایک ایک مسلمان جج مقرر کیا جائے اور اگلا چیف جج بھی مسلمان ہو اور پنجاب میں جلد از جلد کم از کم پچاس فیصد ملازمتیں مسلمانوں کو دی جائیں تیسرے 22 جولائی کو شہر شہر مسلمانوں کے جلسہ منعقد کئے جائیں اور ان مطالبات کے حق میں قراردادیں پاس کی جائیں اور خطوں اور تاروں کے ذریعہ گورنمنٹ کو بھیجی جائیں۔

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 583-591)

حضرت مصلح موعودؓ کی اس دانشمندانہ قیادت کا اس زمانے کے انصاف پسند مسلم پریس نے برملا اعتراف کیا جیسے:

''جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہ کھایا آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف اور عدل کی طرف مائل کیا۔''

(اخبار مشرق 23 ستمبر 1927ء بحوالہ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ نمبر 65-66)

iv۔ 17 جولائی 1927ء کو آپ نے ایک اور مضمون بعنوان 'اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ کس امر میں ہے' لکھا اور مجوزہ جلسہ کو کامیاب بنانے پر زور دیا اور جوش و جذبہ کے اظہار کے لئے متبادل راہیں تجویز کیں اور فرمایا: 'جو لوگ سول نافرمانی کے لئے تیار ہوں وہ ذرا ہمت دکھائیں اور جو وقت ان کے پاس فارغ ہو اسے تبلیغ اسلام پر خرچ کریں۔۔۔اگر فارغ ہیں تو ہزاروں گاؤں جن میں سودا ہندو بنئے سے لیا جاتا ہے وہاں جا کر ایک دکان کھول لیں اور اس طرح مسلمانوں کو ہندو دکاندار کے ذلت آمیز سلوک سے محفوظ کریں۔۔۔پس اے دوستو! یہ کام کا وقت ہے جیل میں جانے کا وقت نہیں۔۔۔بے فائدہ جوش سے اپنی قوتوں کو ضائع نہ کیا جائے اور خواہ مخواہ دشمن کے تیار کردہ گڑھوں میں نہ گرا جائے'

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 602-603)

v. 22 جولائی کو ہونے والے جلسوں کے لئے اپنے پیغام بعنوان 'اسلام کے غلبہ کے لئے ہماری جدوجہد' میں آپ نے ان جلسوں کی جدوجہد کا پہلا مظاہرہ قرار دیا اور فرمایا کہ 'اصل کام اس جلسہ کے بعد شروع ہوگا' اور تجویز کیا کہ 'اس کام کے لئے ہر شہر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں کمیٹیاں بنا چاہئیں جو دلیری اور جرأت سے اسلامی حقوق کے لئے مناسب کوشش کرنے کے لئے تیار رہوں' اس جدوجہد کا آپ نے یہ میدان تجویز فرمایا:

'تبلیغ، اتحاد باہمی، بنئے کے سود سے پرہیز، گورنمنٹ سے اپنی تعداد کے مطابق حقوق کا مطالبہ، سرحدی صوبہ کو نیابتی حقوق دلوانے کی کوشش'

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 607-611)

vi۔ ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا اور مجرمان کو سزائیں ہوئیں یہ عام طور پر خوشی کا ایک موقع سمجھا گیا اور جدوجہد کا ماحصل۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کا دانشمندانہ ردعمل اس سے مختلف تھا۔

بعنوان 'فیصلہ ورتمان کے بعد مسلمانوں کا اہم فرض'۔ میں آپ نے اوّل فرمایا 'میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال جیل خانہ کو نہیں قرار دیتا۔۔۔میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے کیونکہ۔۔۔میرا آقا دنیا کو جِلا دینے کے لئے آیا تھا نہ کہ مارنے کیلئے۔۔۔پس میں اپنے نفس سے شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص۔۔۔اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے؟۔۔۔پس میں اپنے آقا

سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کا بغض نکل کر اس کی جگہ آپ کی محبت قائم نہ ہو جائے'۔

(انوارالعلوم جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 627-628)

دوسرے اس سبب سے کہ 'چونکہ بعض لوگ نصیحت کو نہیں مانتے اور جرم کے ارتکاب پر دلیر ہوتے ہیں' ایسے لوگوں کو روکنے کے لئے قانون کی بھی ضرورت ہوتی ہے'

(انوارالعلوم جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 631)

آپ نے ملک میں رائج قانون کے چار نقائص کی نشان دہی کر کے انہیں دور کرنے کیلئے یہ راہنمائی فرمائی کہ

'جلسے کر کے گورنمنٹ کو ان نقائص کو دور کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ آپ نے اس کام کو عارضی اور پہلے کام کو مستقل قرار دیا۔

(انوارالعلوم جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 633-636)

عالم اسلام کی فلاح و بہبود

عالم اسلام کے دیگر ممالک بھی آپ کے فہم و تدبر سے متمتع ہوئے۔ جیسا کہ درج ذیل چند واقعات سے ظاہر ہے:

i۔ **شاہ سعود کو مشورہ:** آپ نے ایک موقع پر فرمایا 'سلطان ابن سعود ایک سمجھ دار بادشاہ ہیں مگر بوجہ اس کے کہ یورپین تاریخ سے اتنی واقفیت نہیں رکھتے وہ یورپین اصطلاحات کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ ایک دفعہ پہلے جب وہ اٹلی سے معاہدہ کرنے لگے تو ایک شخص کو جو ان کے ملنے والوں میں سے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر ہو سکے تو میری طرف سے سلطان ابن سعود کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ معاہدہ کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لیں یورپین اقوام کی عادت ہے کہ وہ الفاظ نہایت نرم اختیار کرتی ہیں مگر ان کے مطالب نہایت سخت ہوتے ہیں۔'

(الفضل 3ستمبر 1935ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد چہارم از عبدالباسط شاہدصاحب صفحہ نمبر 145)

ii۔ **انڈونیشیا کی آزادی:** اس حوالے سے آپ کا ارشاد 'سماٹرا جاوا میں یہ تحریک (آزادی) چل رہی ہے اگر وہ کامیاب ہو جائے تو یہ جزائر اسلامی تعلیم کو پھیلانے اور اسلامی عظمت کو قائم کرنے میں بہت ذریعہ بن سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ باقی اسلامی ممالک نے ان جزائر کی تائید میں بہت کم آواز اٹھائی ہے۔ پس اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اخباروں میں، رسالوں میں، اپنے اجتماعوں میں مسلمان اپنے بھائیوں کے حق میں آواز اٹھائیں اور ان کی آزادی کا مطالبہ کریں۔ اگر اب ان کی امداد نہ کی گئی اور اگر اب انکی حمایت نہ کی گئی تو مجھے خدشہ ہے کہ ڈچ ان کی آواز کو بالکل دبا دیں گے۔۔۔ اگر انڈونیشیا کے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز پڑتی رہے کہ۔۔۔ اس آزادی کی جنگ میں آپ لوگ اکیلے نہیں لڑ رہے بلکہ ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔۔ تو وہ اپنی آزادی کے لئے بہت زیادہ جدوجہد کریں گے اور امید کی جاسکتی ہے کہ انکو جلد آزادی مل جائے۔ ہماری جماعت جو اندرون ہند، بیرون ہند ہے اس بات کو ہر وقت مدنظر رکھے اور ہمارے مبلغ جو مختلف ممالک میں ہیں اس آواز کو بلند کرنے کی کوشش کریں اور مختلف رسالوں اور اخباروں میں انڈونیشیا کی تائید میں مضامین لکھیں'۔

(الفضل 27 اگست 1946ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد چہارم از عبدالباسط شاہدصاحب صفحہ نمبر 162-163,165)

iii۔ **فلسطین میں یہود کی آبادی:** فلسطین کو کاٹ کر اسرائیل کا قیام اس اسکیم کا منطقی نتیجہ تھا جس کے تحت مغربی طاقتوں نے اس سے پہلے سالوں میں اس خطے میں یہود کو بکثرت آباد کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے فہم و فراست سے اس سازش کو ابتداء ہی میں بھانپ لیا اور 1945ء میں اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے فرمایا

'صدر ٹرومین تاریں دے رہے ہیں کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے دیا جائے وہ خود اکاون لاکھ مربع میل کے ملک پر قابض ہیں مگر اپنے ہاں یہودیوں کو آباد نہیں ہونے دیتے اور فلسطین کا علاقہ 24,25 ہزار زیادہ سے زیادہ 50 ہزار مربع میل سمجھ لو اور اس طرح ممکن ہے کہ نناوے اور ایک کی ہی نسبت ہو یہود کے آباد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہودی ہمارے ہاں آبسیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہود کو فلسطین میں داخل ہونے دو ورنہ ہمارے یہود کہاں جائیں۔ یہ کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی اور دنیا میں کوئی نہیں پوچھتا کہ نناوے گنا زیادہ علاقہ رکھتے ہوئے امریکہ، نناوے گنا زیادہ علاقہ رکھتے ہوئے آسٹریلیا اور نناوے گنا زیادہ علاقہ کی کالونیز (Colonies) رکھتے ہوئے انگریز کیوں یہود

کو اپنے ممالک میں بسانے کے لئے تیار نہیں اور سو میں سے ایک حصہ جس کے پاس ہے اسے کہتے ہیں کہ یہود کو اپنے ہاں بسنے دو'

(الفضل 13اکتوبر 1945ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد چهارم از عبدالباسط شاهدصاحب صفحه نمبر168)

iv۔ **قیام اسرائیل :** اسرائیل کا قیام ہو جانے پر آپ نے اپنے فکر انگیز مضمون بعنوان الکفر ملۃ واحدہ میں عالم اسلام کو اس مسئلہ کے حل کی طرف متوجہ کیا۔ چند جملے درج ذیل ہیں:

'دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابلہ پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہ ہو گا؟'

'ہمارے لئے یہ سوچنے کا موقع آ گیا ہے کہ کیا ہم کو الگ الگ اور باری باری مرنا چاہئے یا اکٹھا ہو کر فتح کے لئے کافی جدوجہد کرنی چاہئے'

'اگر پاکستان کے مسلمان واقع میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اپنی حکومت کو توجہ دلائیں کہ ہماری جائیدادوں کا کم سے کم ایک فی صدی حصہ اس وقت لے لے۔ ایک فی صدی حصہ سے بھی پاکستان کم سے کم ایک ارب روپیہ اس غرض کے لئے جمع کر سکتا ہے۔۔۔ پاکستان کی قربانی کو دیکھ کر باقی اسلامی ممالک بھی قربانی کریں گے اور یقیناً پانچ چھ ارب روپیہ جمع ہو سکے گا جس سے فلسطین کے لئے باوجود یورپین ممالک کی مخالفت کے آلات جمع کئے جا سکتے ہیں'

(الفضل 31مئی 1948ء بحواله انوار العلوم جلد 19صفحه نمبر 572-573)

v۔ **عالم اسلام کی تنظیم :** 12 دسمبر 1948ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے لاہور لاء کالج میں زیر صدارت جسٹس ایس اے رحمان صاحب بعنوان 'موجودہ حالات میں عالم اسلام کی حیثیت اور اس کا مستقبل' ایک لیکچر دیا۔ عالم اسلام کی خصوصی اہمیت کی وضاحت میں آپ کے فہم رسا تصور نے دور دھندلکوں میں ایک عالم اسلام کو دیکھا اور تجویز فرمایا 'جب اسلامی ممالک سے معاملہ پڑنے پر یورپ خود ان کی ایک جداگانہ حیثیت قرار دیتا ہے تو کیوں نہ اسلامی ممالک سچ سچ آپس میں اس قسم کا اتحاد کر کے صحیح معنوں میں ایک عالم اسلام قائم کر لیں جس کا ہر رکن اپنے ملک کی قومیت کے علاوہ اپنے آپ کو ایک بڑی قومیت یعنی عالم اسلام کا رکن قرار دے'

(الفضل 14دسمبر 1948ء بحواله تاریخ احمدیت جلد 12 از مولانا دوست محمد شاهد صفحه نمبر 408-409)

برّصغیر کے مسلمانوں کی عمومی خیر خواہی

i۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے 1913ء میں جو میثاق لکھنؤ کیا اس کے تحت ہر صوبہ میں اقلیتوں کو زیادہ نشستیں دینے کے فارمولا پر اتفاق کیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی فراست سے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا اور صرف دو صوبوں میں موجود ان کی اکثریت بھی جاتی رہے گی۔ چنانچہ آپ کی زیر ہدایت ایک احمدی وفد نے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے 15 نومبر 1917ء کو ملاقات کی اور یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا طریق انتخاب نہ اختیار کیا جائے جس سے کم اکثریت رکھنے والی جماعت کو نقصان پہنچے۔ یہ درست رائے تھی اور بالآخر قائداعظم نے 1929ء میں اپنے 14 نکات میں تیسرے نمبر پر اسے شامل کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4از مولانا دوست محمد شاهد صفحه نمبر 201-203نیا ایڈیشن نیز انصار الله حضرت مصلح موعود نمبر 209صفحه نمبر 514-517)

ii۔ بڑھتے ہوئے ہندو مسلم فسادات کے پس منظر میں 14 نومبر 1923ء کو لاہور میں ایک پبلک لیکچر میں آپ نے ملک میں آباد سب اقوام کو صلح کے پیغام کے ساتھ مسلمانوں کے لئے سات خود حفاظتی اقدامات تجویز کئے اور ہندو مسلم صلح کے لئے سات اصول بیان فرمائے۔ اس لیکچر کے لئے منعقدہ جلسہ کی صدارت خان بہادر عبدالقادر صاحب نے کی۔ اور صدارتی تقریر میں فرمایا: 'مرزا صاحب نے جامع اور پر مغز تقریر فرمائی ہے اور اتفاق و اتحاد کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالی ہے'

(تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاهد جلد 4 صفحه نمبر 405-409نیا ایڈیشن)

iii۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 23 مئی 1924ء میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آپ نے اس موقع پر ایک اہم رسالہ بعنوان اساس الاتحاد تجویز فرمایا۔ جو اجلاسِ عام میں تقسیم کیا گیا۔ آپ کا پیغام تھا کہ مسلم لیگ کا دروازہ ہر مسلمان کہلانے والے کے لئے کھلا رکھا جائے۔ آپ کا یہ مشورہ بالآخر مسلم لیگ نے تسلیم کیا اور مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا اعلان کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد چهارم از مولانا دوست محمد شاهد صفحه نمبر 491نیا ایڈیشن)

iv-16/17 جولائی 1925 کو امرتسر میں ایک آل مسلم پارٹیز کانفرنس نواب اسمٰعیل خان صاحب بیرسٹر (ممبر لجسلیٹو اسمبلی) کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ کو دعوت موصول ہوئی۔ آپ نے تمام زیر بحث مسائل پر اپنی رائے پر مشتمل ایک رسالہ بعنوان 'آل پارٹیز کانفرنس پر ایک نظر' چھپوا کر ایک وفد کے ہاتھ بھجوایا۔ جو حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔ اس رسالہ کے مندرجات حیرت انگیز ہیں کہ اس میں بلاسود بنکاری کے امکان، بیت المال کے قیام، عورتوں کی تعلیم، مسلم چیمبر آف کامرس اور صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے ایک بورڈ آف انڈسٹریز کے قیام جیسے تصورات پیش کئے گئے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4از مولانادوست محمد شاھد صفحہ نمبر535-536 نیا ایڈیشن نیز انوار العلوم جلد 9صفحہ105-124)

v-دسمبر 1926ء میں ایک مسلمان کے ہاتھوں شدھی تحریک کے علمبردار پنڈت شردھانند کے قتل کے بعد ہندوستان بھر میں ایک بار پھر ہندو مسلم کشیدگی بڑھ گئی اور مسلمان کم تعداد ہونے کے سبب خطرات میں گھر گئے، حضرت مصلح موعودؓ نے دسمبر 1926ء میں وائسرائے ہند لارڈ ارون کے نام ایک خط کے ذریعہ اس کشیدگی کو کم کرنے لئے اہم تجاویز بھجوائیں

(تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4 صفحہ نمبر569 نیا ایڈیشن)

پھر لاہور میں ایک لیکچر کے ذریعہ ہندو مسلم فسادات کی وجوہ، ان کا علاج اور ان پر قابو پانے کے لئے ایک لائحہ عمل رکھا۔ آپ کا یہ لیکچر جس کا موضوع تھا 'ہندو مسلم فسادات، ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل '2 مارچ 1927ء کو زیر صدارت خان بہادر سر محمد شفیع صاحب ہوا۔ آپ کے لیکچر کے بعد صدر جلسہ نے اپنے ریمارکس میں کہا:

'میں امید کرتا ہوں میرے مسلمان بھائی' جو کچھ مرزا صاحب نے ملک کی بہتری کے لئے دونوں قوموں کو سبق دیئے ہیں ان کو دل میں جگہ دیں گے اور ان پر غور کریں گے' (انوار العلوم جلد 9صفحہ 493)

vi -مئی 1927ء میں لاہور میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔ ایک راوی نے لکھا: 'دو تین دن لاہور میں کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا اور دو سو ہلاک اور تین سو سے زیادہ زخمی ہوئے' (سر گزشت از مولانا عبدالمجید سالک صفحہ نمبر 237)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے 13 مئی کو ایک مضمون بعنوان 'فسادات لاہور پر تبصرہ' کے ذریعہ مسلمانان لاہور کی راہنمائی فرمائی جس میں یہ دوررس مشورہ بھی شامل تھا کہ 'مسلمانوں کو چاہئے کہ سکھ صاحبوں سے تعلقات بڑھائیں'

اس مضمون کے ساتھ آپ نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے 32 نکات پر مشتمل ایک اسکیم بھی تحریر فرمائی جو بعنوان 'آپ اسلام اور مسلمانوں کے لئے کیا کر سکتے ہیں' روزنامہ الفضل 17 اور 24 مئی 1927ء کو شائع ہوئی۔ اس اسکیم میں مسلمانوں کی معاشی ترقی، حصولِ روزگار، کاروبار میں ترقی، باہمی تعاون اور اشتراک کے لئے انتہائی مفید، کارآمد اور قابل عمل تجاویز شامل تھیں۔

(تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4 صفحہ نمبر 580 -583 نیاایڈیشن)

آپ نے انہی دنوں ایک اور پمفلٹ زیرعنوان 'اسلام کی آواز' شائع فرمایا۔ جس میں ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے امن کی اس حقیقی راہ کی طرف راہنمائی فرمائی کہ 'مسلمانوں کی تربیت کریں اور انہیں مرتد ہونے سے بچائیں ۔۔۔ ہندوستان کے دیگر مذاہب کے پیروؤں کو اپنے اندر شامل کرلیں۔ اسی ذریعہ سے ملک میں امن ہوگا' (انوار العلوم جلد 9صفحہ نمبر 543)

vii- 30 اگست 1927ء کو شملہ میں منعقدہ ہندو مسلم اتحاد کانفرنس کے پہلے اجلاس میں قائداعظم، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولوی ظفر علی خان اور دیگر زعماء شریک ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی خطاب فرمایا اور 7 ستمبر کو دوسرے اجلاس میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے 20 اہم تجاویز پیش فرمائیں۔ اور ان بنیادی اصولوں کی نشان دہی فرمائی جن پر یہ اتحاد اور مسلمانوں کے اقتصادی حقوق کی حفاظت ہوسکتی تھی۔ جیسے ہندو چھوت چھات کے توڑ کے لئے مسلمانوں کو دکانیں کھولنے، ہندو ساہوکاروں سے نجات کے لئے مسلم کوآپریٹو بینک کھولنے، تعلیمی اداروں میں ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد کے مطابق کوٹہ کی تخصیص کی تجاویز۔ ان نکات میں مستقبل بعید کی پیش بندی میں یہ تجویز بھی شامل تھی کہ 'سندھ اور بلوچستان مستقل صوبے بنادیئے جائیں'۔

(تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاھد جلد 4 صفحہ نمبر 614 - 616 نیا ایڈیشن)

viii- چند مشہور اجلاس جن میں آپ کو مدعو کیا گیا اور آپ نے خود شرکت فرمائی یا اپنا مشورہ تحریری طور پر بھجوایا اور جن کا ذکر اوپر نہیں ہوا۔ درج ذیل ہیں:

(جاری ہے)

احمدیہ گزٹ امریکہ بابت جولائی 2011ء کے سرورق والی گروپ فوٹو کا تعارف

اولوالعزم حضرت مصلح موعودؓ کے تبلیغی جہاد کی ایک درخشندہ جھلک

محمد ادریس چودھری، جارجیا۔ امریکہ

کسی تصویر کی وقعت ایک ہزار الفاظ سے زیادہ سمجھی جاتی ہے لیکن اگر تصویر کے پس منظر کا علم ہو تو تحسین کا اچھا موقعہ نکل آتا ہے۔ اس تحریر کا مدعا و مقصود اس گروپ فوٹو پر روشنی ڈالنا ہے جو محولہ بالا احمدیہ گزٹ کے سرورق کی زینت ہے تاکہ قارئین پیش از پیش لطف اندوز ہوسکیں۔ اس دلآویز۔ نادر اور تاریخی تصویر میں مبشرین اسلامی کا وہ گروہ دکھلایا گیا ہے جنہیں ہمارے پیارے امام حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان دارالامان سے تبلیغ اسلام کی غرض سے یورپ روانہ کیا تھا۔ مبلغین اسلام کے اسمائے گرامی تصویر کے نیچے درج ہیں۔ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے مبلغین میں سے دائیں طرف سے پہلے الحاج ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل ہیں۔ جو شروع میں اٹلی کے لئے عازم ہوئے تھے اور اس کے بعد سسلی اور لمبے عرصے تک فری ٹاؤن (سیرالیون) فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ اگرچہ فری ٹاؤن کے انچارج آپ تھے لیکن سیرالیون کے مبلغ انچارج حضرت مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری تھے۔ محترم حاجی خلیل صاحب کی وفات پر اُن کے دوست احباب انہیں خراجِ تحسین پیش کر چکے ہیں۔ جن میں محترم حضرت امرتسری صاحب بھی شامل ہیں۔ آپ ایک منفرد ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے۔ محترم حاجی صاحب کی وفات حسرت آیات پر آپ نے جو یادگاری مضمون سپردِ قرطاس کیا ہے وہ ادبی چاشنیوں سے پُر اور بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔ اور اربابِ ذوق کیلئے روحانی تسکین کا باعث بن چکا ہے۔ آپ کا یہ مضمون پہلی بار روزنامہ الفضل میں شامل اشاعت ہوا۔ اور بعد میں آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''روح پرور یادیں'' میں بھی شامل فرمایا۔ اس مضمون میں آپ نے انہی مبلغین اسلامی کو ''طیورِ ابراہیمی'' سے تشبیہہ دی ہے جن کا ذکر قرآن پاک میں آچکا ہے۔ ان ''طیور'' کی تربیت اور اصلاح کا کام حضرت المصلح الموعود محمودؓ نے خود اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ان کی ٹریننگ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھا۔ اور پھر انہیں یورپ کی مسموم فضاؤں میں چھوڑ دیا تا خدائے واحد و یگانہ کی حمد کے ترانے الاپے جائیں۔ ان مساعی کے نتائج کو ہم آج خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

انہی عازمین یورپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے سابق امام مسجد لندن محترم قبلہ خانصاحب بشیر احمد صاحب رفیق نے اپنے قلم حقیقت رقم سے کچھ یوں منظر کشی کی ہے:

مربیان جو سٹیج پر سبز پگڑیاں پہنے بیٹھے تھے کے اعزاز میں مجلس خدام الاحمدیہ نے دعوت کا انتظام کیا تھا۔ حضرت المصلح الموعودؓ نے ایک ولولہ انگیز خطاب سے نوازا۔ اور فرمایا کہ:

''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ خواہ ہمیں کتنی بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے ہم انشاءاللہ احمدیت کا جھنڈا یورپ میں گاڑیں گے اور یورپ کو احمدیت کی آغوش میں لاکر ہی دم لیں گے۔ حضور نے مزید فرمایا یہ مربیان یورپ کی فتح میں ہراول دستہ کا کام دیں گے۔''

غالباً دسمبر 1945ء میں مربیان کا یہ قافلہ قادیان ریلوے سٹیشن سے عازم یورپ ہوا۔ اس دن ان مربیان کو رخصت کرنے کیلئے قادیان کے احمدیوں کی کثیر تعداد موجود تھی ان دنوں یورپ کیطرف جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے وقت بہت رقت آمیز مناظر ہوتے تھے۔ اس سفر کو سات سمندر پار کا نام دیا جاتا تھا۔ نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں ان مجاہدین کو رخصت کیا جاتا تھا۔ ان مربیان اور عوام کی آنکھیں اشکبار تھیں لیکن دوسری طرف یہ اطمینان بھی تھا کہ قادیان کی اس چھوٹی سی بستی سے مسیح موعودؑ کے پروانے یورپ پر یلغار کرنے جارہے ہیں۔ بظاہر تو بے

سروسامان تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید انہیں حاصل تھی۔ خاکسار بھی الوداع کہنے والوں میں شامل تھا۔''

(بحوالہ روزنامہ الفضل 11اکتوبر2012ء مضمون دربارہ چودھری ظہور احمد باجوہ)

محترم جناب باجوہ صاحب اس گروپ فوٹو میں کھڑے مجاہدین میں بائیں طرف سے دوسرے ہیں۔

اس گروپ تصویر کے شاملین اب سبھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور اعلیٰ علیّین میں بلند مقام و مرتبہ عطا فرمائے، آمین۔ منھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ان مجاہدین کو جاننے والے احباب کرام ان کے حالات زندگی پر مشتمل مضامین قلمبند کریں تا کہ ان کی نیک یادیں تازہ رہیں اور بہتوں کیلئے از دیادِ علم اور روحانی تروتازگی کا موجب ہوں ؏

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

محترم الحاج خلیل صاحب کے حالات زیرِ ترتیب ہیں۔ امید ہے عنقریب اشاعت کیلئے ارسال کرسکوں گا۔

مسجدِ نبویؐ میں بیٹھ کر دنیا کو فتح کرنے کے عزائم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

''دیکھو! مسلمانوں نے سچے دل سے یہ نوبت بجائی تھی پھر کس طرح وہ مدینہ سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئے۔ دُنیا میں اُس وقت دو ہی حقیقی حکومتیں تھیں ایک قیصر کی حکومت تھی جو مغرب پر حاکم تھی اور ایک کسریٰ کی حکومت تھی جو مشرق کی مالک تھی۔ مگر اس نوبت خانہ میں جو بظاہر اتنا حقیر تھا کہ کھجور کی ٹہنیوں سے اس کی چھت بنائی گئی تھی، پانی برستا تو زمین گیلی ہو جاتی تھی اور اُس کے نوبت بجانے والے جب اُس میں جا کر اپنے آقا کے سامنے جُھکتے تھے تو اُن کے گُھٹنے کیچڑ سے بھر جاتے تھے اور اُن کے ماتھے مٹی سے بھر جاتے تھے۔ یہ لوگ تھے جو قیصر اور کسریٰ کی حکومت کو تباہ کرنے کیلئے آئے تھے۔ یورپ کا ایک مصنف اپنے انصاف اور قلبی عدل کی وجہ سے لکھتا ہے کہ مَیں اسلام کو نہیں مانتا، مَیں عیسائی پادریوں کی باتوں سے سمجھتا ہوں کہ جس طرح وہ کہتے ہیں اسلام جھوٹا ہی ہوگا لیکن مَیں جب تاریخ پڑھتا ہوں تو تیرہ سو سال کا زمانہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک کچا مکان ہے، اُس کے اوپر کھجور کی ٹہنیوں کی چھت پڑی ہوئی ہے، بارش ہوتی ہے تو اُس میں پانی آ جاتا ہے (حدیثوں میں یہ واقعات آئے ہیں کہ بارش ہوتی تو پانی ٹپکنے لگ جاتا) اور جب وہ نمازوں کیلئے کھڑے ہوتے تو گھٹنوں تک کیچڑ لگا ہوتا تھا اور کوئی خشک جگہ اُن کو بیٹھنے کیلئے نہیں ملتی، جب عبادت کر کے پھر وہ اکٹھے ہو کر باتیں کر رہے ہوتے تو مَیں عالم خیال میں قریب سے اُن کی باتیں سُنتا ہوں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اُن کے پھٹے ہوئے کپڑے ہیں، کسی کے پاس کُرتہ ہے تو تہہ بند نہیں ہے، کسی کے پاس تہہ بند ہے تو کُرتہ نہیں ہے، کسی کے سر پر ٹوپی ہے تو جُوتی نہیں ہے، کسی کے پاس پھٹی ہوئی جُوتی ہے تو ٹوپی نہیں اور وہ سرگوشیاں کر رہے ہیں اور مَیں قریب ہو کر اُن کی باتیں سُنتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ جب مَیں قریب پہنچتا ہوں تو وہ یہ کہتے سُنائی دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی بادشاہت عطا کر دی ہے۔ ہم مشرق پر بھی قابض ہو جائیں گے اور ہم مغرب پر بھی قابض ہو جائیں گے، ہم شمال پر بھی قابض ہو جائیں گے اور ہم جنوب پر بھی قابض ہو جائیں گے۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ مَیں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ اب بتاؤ کہ مَیں اسلام کو کس طرح جھوٹا کہوں؟

رسول کریم ﷺ کی مسجد ایسی تھی کہ بعض غریب گاؤں کے لوگ جب میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے مسجد بنانی ہے تو مَیں کہتا ہوں کہ ایسی ہی بنالو۔ وہ کہتے ہیں نہیں جی! کچھ تو اچھی ہو۔ تو کسی گاؤں کے پانچ آدمی بھی اس مسجد کی طرح مسجد بنانے کو تیار نہیں ہوتے جو رسول کریم ﷺ کی تھی لیکن ان مسجدوں میں جو نماز پڑھنے والے ہوتے ہیں وہ اپنے ہمسائیوں سے ڈر رہے ہوتے ہیں مگر اُس کھجور کی ٹہنیوں کی چھت والی مسجد جس میں پانی ٹپکتا رہتا تھا نماز پڑھنے والے یُوں بیٹھے ہوتے تھے کہ گویا اُنہوں نے دُنیا کو فتح کرنا ہے اور وہ واقعہ میں دنیا کو فتح کر لیتے ہیں۔ ایک ایک گوشہ اُن کے قدموں کے نیچے آتا ہے۔ اور اُن کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے بڑے بڑے بادشاہوں کی کھوپڑیاں تڑپتی جاتی ہیں۔''

(سیرِ روحانی صفحہ 616-617)

المصلح موعود رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا خان ذوالفقار علی خان گوہر رامپوری

برموقعہ جلسہ دعویٰ مصلح موعود بروز جمعہ، 28 جنوری 1944ء

دشمنی بھی قدرتاً ہے اک ترقی کا سبب
دشمنانِ حضرتِ محمود بھی سمجھیں گے اب

کہتے تھے دعویٰ کریں گے مصلح موعود ہیں
ورنہ یہ محمودیوں کے دعوے سب بے سود ہیں

تھا اُدھر سے یہ تقاضا اور ادھر شرم و حیا
اپنے منہ سے اپنی ہی تعریف کرنا ہے بُرا

حضرتِ محمود نے چھوڑا نہ یہ خُلقِ عظیم
جانتا تھا حالتیں دل کی مگر ربِّ کریم

حضرتِ محمود کا اس باب میں یہ قول تھا
نوعیت کا پیڑ کی پھل سے ہی لگتا ہے پتا

مصلح موعود ہے وہ جس میں ہوں وہ خوبیاں
جن کا کشف و وحیِ حق میں ملتا ہے پورا نشاں

حضرتِ محمود کے دعوے نہ کرنے سے عدو
جیت پر اپنی بہت خوش اور نازاں تھے عدو

کیا خبر تھی ان کو مٹنے والی ہے انکی خوشی
رنگ لائے گی مگر محمود کی یہ خامشی

ہوگیا آخر کو منشائے الٰہی کا ظہور
مصلح موعود کا دعویٰ بھی کرنا ہے ضرور

کیا مبارک جمعہ تھا جب حضرتِ محمود نے
یعنی فرزندِ گرامی مہدیٔ موعود نے

کر دیا اعلان، مَیں ہی مصلح موعود ہوں
تین کو جو چار کردے میں ہی وہ مسعود ہوں

ہاں زمانے کیلئے فضلِ خُدا لایا ہوں مَیں
کلمۃ اللہ بن کے دنیا کیلئے آیا ہوں مَیں

میں مسیحی نفس ہوں اور روحِ حق کی برکتیں
بخشیں گی بیمار انسانوں کو کیا کیا نعمتیں

یہ زمانہ جانتا ہے دل کا ہوں بیشک سلیم
یہ خدائی جانتی ہے ہوں ذہین اور مَیں فہیم

میرا مولا ہے کریم اور میرا داتا ہے سخی
جس نے بخشے ہیں علومِ ظاہری و باطنی

جس نے بخشا ہے شکوہ و عظمت و دولت مجھے
جس کی رحمت نے بنایا آیۂ رحمت مجھے

اُس پہ قرباں جس نے فرمایا مجھے نورِ جہاں
جس نے میرے ہاتھ میں دی ہے ہدایت کی عناں

مظہرِ اوّل کہا اور مظہرِ آخر کہا
پھر یہ فرمایا کہ میں ہوں مظہرالحق والعلا

کیوں نہ میری جان میرا دل ہو قربانِ خُدا
جس نے میرے آنے کو اپنا ہی آنا کہہ دیا

مظہراللہ اور میں مظہر محمدؐ کا ہوا
اور آخر مہدیٔ موعود کا مظہر بنا

ورنہ کیا ہوں اور میری ہستیِ خاکی ہے کیا
ہاں مگر سر پر ہے میرے سایۂ فضلِ خُدا

اُس پہ قرباں کیوں مری ہستی کا ہر ذرّہ نہ ہو
روح نے اس کی کیا ہے بحر جو قطرہ نہ ہو

اسکی رحمت نے بڑھایا کیسی سرعت سے مجھے
سرفرازی بخشی دینِ حق کی خدمت سے مجھے

خدمتِ اسلام میری رُوح میری جان ہے
ہو گناہوں سے رِہا دُنیا مِرا ارمان ہے

سبز پھل کشفِ مسیحا میں بنایا تھا مجھے
بے نظیر و بے مثل کر کے دکھایا تھا مجھے

میری شہرت اس نے پہنچائی ہے بے شک دُور دُور
ہے یہ اُسکی شانِ تمجیدی و غیرت کا ظہور

حضرتِ احمدؑ رسولؐ اللہ کو رویاء ہوا
مجھ حقیر انسان کو فخرِ رسل جس میں کہا

خوش نصیب اُس قوم کے جس کا ہو ایسا پیشوا
ہے یقینی جو پھرا اُس سے خدا سے پھر گیا

شکر ہے گوہر غلامِ حضرتِ محمود ہوں
فخر ہے میں خاکِ پائے مصلح موعود ہوں

تصفیہءقلب

حضرت مولانا غلام رسول قدسی راجیکی صاحبؓ اپنی تصنیف ''حیاتِ قُدسی'' میں تحریر کرتے ہیں:

خاکسار نے ایک دفعہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تحریر کیا کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد حضور کے فیضان سے مجھے غُسلِ دماغ نصیب ہوا۔اب اگر قلبی غُسل اور اِنارت کا افاضہ حضور کے طفیل ہو جائے تو دماغ کے ساتھ قلب بھی منور ہو جائے۔
اس کے کچھ عرصہ بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان کی مسجد مبارک میں مجلسِ علم و عرفان میں تقریر کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر نماز کے فرضوں کے بعد بارہ دفعہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اور بارہ دفعہ درود شریف پڑھا کریں۔ یہ ہدایت زیادہ تر ممبران خدام الاحمدیہ کو تھی لیکن خاکسار نے اسی دن سے اس پر باقاعدہ عمل شروع کر دیا اور آج تک بالالتزام اس ہدایت پر عمل پیرا ہے۔

اس عمل سے بفضلہٖ تعالیٰ مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے جن میں سے مجھے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے تصفیہءقلب اور تجلیہءرُوح کے ذریعہ ایک عجیب قسم کی اِنارت محسوس ہونے لگی اور جس طرح آفتاب و مہتاب کی روشنی کو آنکھ محسوس کرتی ہے اسی طرح میرا قلب دُعا کے وقت اکثر کبھی بجلی کے قمقمے کی طرح اور کبھی گیس لیمپ کی طرح منور ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا وجود سر سے پاؤں تک باطنی طور پر نورانی ہو گیا ہے۔
اور جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی توفیق ملے یا صحابہؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں سے کسی مقدس وجود کی اقتدا کا موقعہ نصیب ہو اور نماز بہ قرأت جہر ہو رہی ہو تو بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے ہر ہر لفظ سے نور کی شعائیں نکل نکل کر میرے قلب پر مستولی ہو رہی ہیں اور اس وقت ایک عجیب نورانی اور سرور بخش منظر محسوس ہوتا ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

(حیاتِ قُدسی صفحہ 593-592 مطبوعہ ربوہ)

تبرکات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

بشریٰ بشیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام جسے پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم کیا گیا، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ذاتِ گرامی میں بڑی وضاحت اور شان کے ساتھ پورا ہوا۔ اس پیشگوئی کے بے شمار پہلو تھے جو اپنے وقت پر حرف بحرف پورے ہو کر حضرت مسیح پاکؑ کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت مہیا کر گئے۔

خاکسار ان مختصر اقتباسات میں آپؓ کے قرآنی بے مثال فہم وادراک کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کرے گی جو پیشگوئی مصلح موعود کے ایک درخشاں پہلو کا مظہر ہے۔

''وہ ظاہر و باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا''

''یہ تھا اللہ تعالیٰ کا وعدہ جس کا یہ حصہ غور کے قابل ہے ''پُر کیا جائے گا''۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ وہ ہر قسم کے ظاہری و باطنی علوم حاصل کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات اپنی قدرت اور معجز نمائی سے اُس موعود فرزند کو ہر قسم کے دینی و دنیاوی علمی کمالات سے مالا مال کر دے گا۔ ایک دنیا گواہ ہے کہ سکول کی مروّجہ تعلیم کے لحاظ سے میٹرک کا امتحان بھی آپ پاس نہ کر سکے بلکہ مڈل کلاس کی پڑھائی بھی آپ کی خرابیٔ صحت اور آنکھوں کی مستقل تکلیف کی وجہ سے ناممکن ہو گئی۔ رہے دینی علوم تو اُسکے بارے میں آپ کا بیان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا میاں میں قرآن مجید ترجمہ سے پڑھتا جاتا ہوں آپ سُن لیا کریں۔ صحیح بخاری بھی آپ سے اسی طرح میں نے سُنی۔ سو یہ تھی آپ کی دینی تعلیم!

''جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر تمام تر علوم وفضائل کے دروازے کھول دیئے تو آپ نے بفضلِ تعالیٰ تمام علوم کے ماہرین کو چیلنج دیا کہ کسی بھی علم کا ماہر خاص اسلام کی تعلیم کے کسی بھی پہلو پر اعتراض کرے تو مَیں اُس کو قرآن مجید کی روشنی میں لاجواب کر سکتا ہوں۔ چنانچہ تاریخِ احمدیت اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی کوئی پادری یا کسی بھی علم کا ماہر آپ کے پاس آیا تو ہمیشہ لاجواب ہوا۔ آپ کی جلسہ سالانہ کے موقع پر تقاریر، کالجوں، یونیورسٹیوں، سیاسی اور مذہبی اجتماعات کے لیکچرز اس بات کے گواہ ہیں کہ سامعین حیرت زدہ اور مسحور ہو جاتے تھے۔ اسی طرح آپ کی سینکڑوں تصانیف بے بہا خزائن اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔''

ان صفحات میں صرف آپ کے قرآنی علم وفہم کا مختصر جائزہ تفسیر کبیر کی روشنی میں پیش کرنا مقصود ہے۔ تفسیر کبیر ایسا انمول خزانہ ہے جس کی تعریف الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ذیل میں سورۃ الفیل کی تفسیر کا خلاصہ بطور نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی اسلئے کہ فی زمانہ جماعتِ احمدیہ کے مرد وزن، بچے اور جوان اس قدر مصروف ہیں (خصوصاً مغربی ممالک میں) کہ ایک غالب اکثریت کو ان خزائن کے اندر جھانکنے کی فرصت ہی نہیں۔ جن افرادِ جماعت کو ان بیش قیمت جواہرات کو دیکھنے کی توفیق ملی ہے وہ بھی تعداد میں زیادہ نہیں ہوں گے۔ ان اوراق میں یہ کوشش کی جائے گی کہ قارئین کو اسکی ایک جھلک دیکھ کر اندازہ ہو سکے کہ کسقدر انمول ہیرے اور جواہرات تفسیرِ کبیر کی کان میں موجود ہیں جن سے ہم بے خبر اور غافل ہیں۔ اگر ہم ان سے استفادہ کریں تو ہمارے دینی علم میں بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے نہ صرف یہی بلکہ یہ قرآن شریف سے محبت کا باعث ہوگا جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی راہنمائی کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی توفیق ہوگی، انشاء اللہ۔

سورۃ الفیل آخری دس سورتوں میں سے ایک ہے اور اسکا نمبر قرآن مجید کی سورۃ 105 ہے۔ اسکا خلاصہ پڑھ کر قارئین خود ہی اس بات کا اندازہ کر سکیں گے کہ کلام اللہ کا مرتبہ کس طرح اعجازی رنگ میں ظاہر ہوا۔

آپ رقمطراز ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ

اور بیٹے اسمٰعیل کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا۔ بظاہر اُن کا ایک ویران جگہ پر چھوڑ دینا اُنکے قتل کے مترادف تھا۔ اسلئے کہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ وہ دونوں بھوکے اور پیاسے سسک سسک کر جان دے دیں۔ خدائے تعالےٰ نے ایک جنگل کو اس لئے چُنا کہ وہ علاقہ بیرونی دُنیا سے الگ دُنیا کے تعیش سے محفوظ رہے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ عرب میں بُت پرستی، بے دینی اور بے حیائی کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں تھیں تاہم اس بات میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ انسانیت کا جوہر جیسے عرب میں قائم تھا ویسے دُنیا میں اور کہیں موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مکّہ میں ایک ایسی قوم بسا دے جو دولتمند اور عیش پرستی کی دُنیا سے الگ رہتے ہوئے انسانی جوہروں کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ یہ بھی تھا کہ آپ کو عرب کی قوم مل گئی جس نے قربانی اور ایثار کا وہ نمونہ دکھایا جس کی مثال دُنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتی۔ اُنہوں نے جس رنگ میں اپنی جانوں کی قربانی پیش کی وہ دُنیا کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔

بہر حال خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اور اپنی اولاد کو وہاں بساتے وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا جو دُنیا کا مرجع ہو جائے گا۔ جب اُنہوں نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دُعا کی کہ دُنیا کے چاروں طرف سے لوگ آئیں اور حج کریں، عبادت اور ذکرِ الٰہی کریں۔ تسبیح و تحمید کریں اور تیرا نام بلند کریں تو کیا اُن کو یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ لوگوں کو دُنیا کے چاروں جانب سے کھینچ لاتے؟ وہ تو خود اپنی بیوی اور بچے کو مرنے کیلئے چھوڑ گئے تھے۔ اُنہوں نے کسی اور کو کیا لانا تھا۔ مگر خُدائے تعالیٰ نے مکّہ کی آبادی کے کیسے سامان کئے اور اُنکی دُعا کو کس حیرت انگیز رنگ میں پُورا کیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس چلے گئے تو چند دنوں کے بعد پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسماعیل پیاس کی شدّت سے تڑپنے لگے۔ ماں سے اپنے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ گئی تو اُنہوں نے صفا و مروہ کے چکر لگانے شروع کئے کہ شاید ادھر اُدھر کوئی آدمی نظر آجائے جو اُن کے لئے پانی کا انتظام کردے یا پانی کا کچھ پتہ دے مگر وہاں آدمی کہاں؟ آخر جب بہت بے تاب ہو گئیں تو بلند آواز سے کہا اے خُدا کے بندے تُو جو کوئی بھی ہے مَیں تجھے قسم دیتی ہوں کہ اگر تجھے پانی کا پتہ ہے تو مجھے بتادے، میرا بچہ پیاسا مر رہا ہے۔ اسکے جواب میں اُس آواز دینے والے نے کہا کہ ہاجرہ میں خُدا کا فرشتہ ہوں جا اور دیکھ کہ خُدا نے اسماعیل کے قدموں کے نیچے پانی کا ایک چشمہ پھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ آکر اُنہوں نے دیکھا کہ واقعہ میں زمین میں سے ایک چشمہ پُھوٹ رہا ہے۔ یہ چشمہ ''زمزم'' کہلاتا ہے۔ جُرہم قبیلہ مکّہ کے راستے یمن میں تجارت کیلئے جایا کرتا تھا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے اُن میں سے بعض مرجاتے تھے۔ جب اُنہوں نے زمزم کا چشمہ دیکھا تو اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں ایک درمیانی پڑاؤ بنالیا جائے۔ چنانچہ جُرہم قبیلہ کے رئیس نے حضرت ہاجرہؑ سے درخواست کی ہمیں یہاں بسنے کی اجازت دی جائے۔ ہم یہاں آپ کی رعایا بن کر رہیں گے۔ حضرت ہاجرہ نے اس درخواست کو منظور کرلیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ نے اُسی قبیلہ کی ایک لڑکی سے شادی کرلی۔ اُس زمانہ کے لحاظ سے یہ ناممکن تھا کہ مکّہ ایک شہر بنے گا اور شہر بھی ایسا جو مرجع خلائق بنے گا اور پھر ہر دشمن کے حملہ سے محفوظ بھی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دُعائے ابراہیمی کو نہایت خارق عادت رنگ میں پُورا فرمایا اور ایک ناممکن بات کو ممکن بنا دیا۔ اس تمہید کے بعد آپ واقعہ اصحاب الفیل کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

خانہ کعبہ ایک نہایت سادی سی عمارت تھی یعنی صرف ایک معمولی سا کمرہ اس لحاظ سے خانہ کعبہ کی اپنی ذات میں کوئی عزت نہ تھی اگر اسکو عزت حاصل ہوئی تو صرف اسلئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسکی بنیادیں اُٹھائیں تاکہ ''موعودِ کُل ادیان'' ظاہر ہو کر اس سے تعلق پیدا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے لوگوں کیلئے ایک مقامِ اتحاد اور اقوامِ عالم کیلئے مرجع بنا دیا۔ دراصل خانہ کعبہ کی بُنیاد ہی اسلئے رکھی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت وہاں پر محمد رسول اللہؐ نے ظاہر ہونا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بُنیاد رکھتے وقت دُعا کی تھی

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔۔۔(البقرة: 130)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور دو ہزار سال بعد ابرہہ نے آپ کی پیدائش سے دو ماہ قبل خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے مکہ پر حملہ کر دیا اور اس وقت خدا یہ نشان دکھاتا ہے کہ وہ ابرہہ کے لشکر کو تباہ کر دیتا ہے۔ اتنی مدّت تک کسی کو خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کا خیال نہ آنا اور اُس وقت آنا جب محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہونے والے تھے، بتاتا ہے کہ اُس انسان کا ظہور ہونے والا ہے جو دعائے ابراہیمی کے ماتحت پیدا ہونے والا تھا۔ دعائے ابراہیمی میں صاف

طور پر یہ الفاظ آتے ہیں کہ الٰہی تُو میری اولاد میں سے ایک ایسا انسان مبعوث کر جو دُنیا کو ہدایت دینے والا ہو اور ساتھ ہی یہ دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کو محفوظ رکھے۔ یہ دونوں دعائیں اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت کے ماتحت ایک ہی وقت میں پوری ہوتی ہیں۔ محرّم میں خانہ کعبہ کو برباد کرنے والا دشمن اُٹھتا ہے اور ربیع الاول میں وہ شخص پیدا ہو جاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں دعائے ابراہیمی کا مصداق ہوں مگر 22 سو سال تک نہ کسی نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا اور نہ ہی کسی نے دعائے ابراہیمی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیا یہ سب کچھ اتفاق ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ کو تم اتفاق کہہ لو مگر کیا ابرہہ کے حملہ کو بھی کوئی اتفاق کہہ سکتا ہے؟ یقیناً اگر تعصّب سے کام نہ لیا جائے تو نہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ کو اتفاق کہا جا سکتا ہے اور نہ ابرہہ کے حملہ کو اتفاق کہا جا سکتا ہے بلکہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اُسکے ازلی فیصلہ کے مطابق ہوا۔ پیشگوئی کا پورا ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ حالات قطعی طور پر مخالف تھے اور کوئی انسان محض اپنی عقل سے قیاس کر کے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔ مگر ناممکن حالات کو ممکن بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔

بدیوں کو نیکیوں میں بدلنے کی ایک اور مثال

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ تحریر فرماتے ہیں:

''حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں سے معاملہ کرے گا تو ایک وقت ایک مجرم کو نکالا جائے گا۔ اُس کے بڑے جرم ہونگے مگر اس کے دل میں کوئی ایسی نیکی ہوگی کہ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کہے گا کہ میں نے اس کو ضرور بخشنا ہے۔ چنانچہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا وہ ڈر رہا ہوگا کہ مجھے سزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے دل میں فیصلہ کر چکا ہوگا کہ اس کی فلاں نیکی کی وجہ سے میں نے اسے بخشنا ہے مثلاً ممکن ہے اُس کے دل میں محبتِ رسول ؐ بڑی ہو یا اللہ تعالیٰ کی بڑی محبت ہو لیکن اعمال میں کمزور ہو یا غریبوں کی اُس نے بڑی خبر گیری کی ہو یا اور کوئی ایسی ہو جو اتنی نمایاں ہو گئی ہو کہ اللہ تعالیٰ سمجھتا ہو چاہے اس نے کتنے گناہ کئے ہوں مَیں نے اس کو بخش دینا ہے۔ تو جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اللہ تعالیٰ کہے گا دیکھو میاں! تم نے فلاں بدی کی۔ وہ کہے گا ہاں حضور مجھ سے ایسا ہو گیا۔ فرمائے گا اچھا فرشتو! اس کے بدلہ میں اس کے دس ثواب لکھ دو۔ پھر پوچھے گا تم نے فلاں بدی کی تھی؟ وہ کہے گا جی حضور کی تھی۔ فرمائے گا اچھا اس کے دس ثواب لکھ دو تو چونکہ اُس کیلئے بخشش کسی ایسی نیکی کی وجہ سے جو اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی مقدر تھی خدا تعالیٰ اُس کے گناہ گِنانے شروع کر دے گا اور فرمائے گا کہ ان کے بدلہ میں نیکیاں لکھتے جاؤ لیکن اس کے بڑے بڑے گناہ نہیں گِنائے گا تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ ختم کر بیٹھے گا تو وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے فلاں فلاں گناہ بھی موجود تھے اگر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی دس نیکیاں ملی ہیں تو ان کی تو سَو سَو ملنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی پردہ پوشی کیلئے ایسا کرے گا لیکن جب وہ خاموش ہوگا تو بندہ کہے گا حضور! آپ بھول ہی گئے میں نے فلاں گناہ بھی کیا تھا اور فلاں میں نے قتل کیا تھا اُس کو تو آپ نے بیان ہی نہیں کیا۔ اسی طرح فلاں ڈاکہ آپ نے بیان نہیں کیا یہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا کہ دیکھو میرا بندہ میرے عفو پر اتنا دلیر ہو گیا ہے کہ اب یہ اپنے گناہ آپ گِناتا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان باب ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ فیھا) تو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمۡ حَسَنٰتٍ اس کے معنے اسی طرز کے ہیں کہ کوئی نہ کوئی نیکی اس کے دل میں ہوتی ہے اور وہ اتنے مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ اُس نیکی کے مقام کی وجہ سے بدی کو نیکی کے طور پر قبول کر لیا جاتا ہے۔ یہی اس کے معنے ہیں اور اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی اعلیٰ توبہ کی وجہ سے اُن کی دلداری کیلئے اور ان کے دلوں کو تسکین دینے کیلئے اُن کے گناہوں کو بھی نیکی کے ثواب میں بدل دیتا ہے۔''

(سیر روحانی صفحات 657-659)

یہ درد رہے گا بن کے دوا

(خمسہ برغزل حضرتِ مُصلح موعودؓ)

ارشاد عرشی ملک

ماضی کے جھروکوں میں جا کر، کچھ لمحے آج بِتانے دو ہاں فضلِ عُمر کی یادوں سے، اس دل کو ذرا گرمانے دو
الفاظ اُس پاک مطہر کے، پھر سب کو یاد کرانے دو دُشمن کو ظلم کی برچھی سے، تُم سینہ و دِل برمانے دو

یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

جب گھپ اندھیرا چھا جائے، اُس وقت ہی چاند نکلتا ہے جس دل کو طلب ہو منزل کی، وہ گرتا، اُٹھتا، چلتا ہے
بن سچی محنت، کوشش کے، کب قُرب خدا کا ملتا ہے جب سونا آگ میں پڑتا ہے، تو کندن بن کے نکلتا ہے

پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو، دل جلتے ہیں جل جانے دو

بن فضلِ خدا جو حاصل ہوں، وہ کھانے کب اِک مائدہ ہیں قُرآن سے ہٹ کر سب راہیں، بے مصرف ہیں بے فائدہ ہیں
جن حرفوں پر حرکات نہ ہوں، وہ حرف حروفِ زائدہ ہیں عاقل کا یہاں پر کام نہیں، وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں

مقصود مرا پورا ہو اگر، مل جائیں مجھے دیوانے دو

ہم لوگ بظاہر تنہا ہیں، پر پُشت پہ اپنی دستِ خدا گو ترکش اپنے خالی ہیں، رکھتے ہیں مگر اِک تیرِ دعا
ہم لوگ وفا کے عادی ہیں، تم لاکھ نبھاؤ طرزِ جفا یا صدقِ محمدؐ عربی ہے، یا احمدِ ہندیؑ کی ہے وفا

باقی تو پرانے قصے ہیں ، زندہ ہیں یہی افسانے دو

موجیں ہیں بہت سرکش عرشیؔ، نظروں میں بسا پر ساحل ہے ہم پیرو کار ہیں مہدیؑ کے، اللہ پہ صرف توکل ہے
ہے عشقِ محمدؐ سرمایہ، یہ خون میں اپنے شامل ہے محمود اگر منزل ہے کٹھن، تو راہنما بھی کامل ہے

تم اس پہ توکل کر کے چلو، آفات کا خیال ہی جانے دو

''وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا''

امۃ الباسط، بروکلین

نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں ہمارے دین کا قصوں پہ ہی مدار نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کل ادیان پر اسلام کا غلبہ ظاہر کرنے اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا کر نوعِ انسانی کو دینِ واحد پر جمع کرنے کی غرض سے بھیجا۔ آپ نے نہایت درجہ محکم دلائل اور روشن نشانوں کے ذریعے تمام مخالفین اسلام کا منہ بند کر کے اسلام کی فضیلت کو روزِ روشن کی طرح آشکار کر دکھایا۔

اسلام کے ساری دنیا میں پھیلنے اور غالب آنے کی عملی جدّ وجہد کے آغاز اور دنیا میں غلبہء اسلام کی مستحکم عملی بنیاد کی استواری کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نہایت عظیم الشان صفات والے اولوالعزم فرزند کے پیدا ہونے اور اس ضمن میں انقلاب انگیز کارنامے سرانجام دینے کی بشارت دی۔ اس الہامی بشارت کو آپ نے 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں شائع فرمایا یہ ''پیشگوئی مصلح الموعود'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس عظیم الشان صفات والے اولوالعزم فرزند یعنی مصلح الموعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام آپ کو بتایا کہ وہ حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا چنانچہ اس اولوالعزم فرزند کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو تفصیلی بشارتیں آپ کو دیں ان میں سے ایک بشارت یہ بھی تھی کہ

''اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری ہی نسل سے ہوگا''

چنانچہ جب ہم 20 فروری 1886ء کو پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ کے اوصافِ حمیدہ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ان ظاہری و باطنی استعدادوں اور اوصاف کا پرتو ہیں جو خود حضرت مسیح موعودؑ میں مامور من اللہ ہونے کی حیثیت میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کا ذکر اپنے متعدد الہامات میں بار بار کیا تھا۔ جب ان سب الہامات پر یکجائی نظر ڈالی جائے اور پھر پیشگوئی مصلح موعود کے الہامی الفاظ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ فی الواقعہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ حسن و احسان میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نظیر تھے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت اقدس کو الہاماً بتایا کہ آپ ہی وہ مسیح موعود ہیں جسکے آخری زمانہ میں آنے کی آپؐ کے آقا آنحضرت ﷺ نے بشارت دی تھی چنانچہ خدائی حکم کی تعمیل میں آپؑ نے اعلان فرمایا:

''یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں اس نے اپنے وعدے کے موافق دنیا میں ایک نظیر بھیجا۔ دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کرے گا''

اب چونکہ حضرت مصلح موعودؓ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کے نظیر تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوصاف اور محاسن گنواتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے آپؓ کا موعود مسیح کا نظیر ہونا صاف عیاں ہے مثلاً ''وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا'' اور ''جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا''۔ پھر یہ مماثلت کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' وہاں مصلح موعودؓ کے متعلق آپ کو یہ بشارت دی کہ ''وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی''

حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود میں مصلح موعود کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ ساری کی ساری سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صفات کا ہی پرتَو اور عکس ہیں اور اسی لئے آپ حسن و احسان میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نظیر تھے اور بقول مولوی محمد صدیق امرتسری ؎

یاد ہے اب بھی وہ مردِ باخدا حامیٔ دین محمد مصطفیٰ
مصلح موعودِ اقوامِ جہاں جانشینِ مہدیٔ آخر زماں
سیّدہ نصرت کا فرزندِ عظیم پیکرِ عفو و عطا دل کا حلیم
حسن و احساں میں مسیحا کا مثیل اک نشانِ قدرتِ ربّ جلیل

جمہوریہ ءِ قبرستان

لطف الرحمٰن محمود

جب بھی کسی قبرستاں سے گزرا ہوں
زمین و آسماں، دونوں نے مل کے، دل کو کھینچا ہے
اسی بے نام سی تسکیں کی شبنم نے
میری بے چین روح کی گہرائیوں کو سینچا ہے
اسی بیم و رجا کی حالتِ خمر و شہود کے صدقے
ہوا محسوس کہ سب اہلِ قبور نے مل کر
ہے دی صدا کہ آؤ مل بیٹھیں
کچھ کہیں، سُنیں اور دُکھ بانٹیں
سوچتا ہوں کہ یہ وسیع خطہءِ بے آواز
کن باسیوں کے دم قدم سے زندہ ہے
کتنی گہرائی کا حامل اس کا تنوّع ہے
کتنی شوکت ہے، کتنی عظمت ہے
کتنی ہیبت ہے، کتنی نکبت ہے
کتنی غربت ہے، کتنی عبرت ہے!
آہ کتنے گُلفام یہاں آ کے خاک ہوئے
کتنے ناپاک، خاک ہو کے، پاک ہوئے
اسی مٹی میں امیر بھی ہیں، فقیر بھی ہیں
خُدا رسیدہ بھی ہیں، شریر بھی ہیں
کتنے حاتم بھی ہوں گے جن کے جُود و سخا سے
خلقِ خُدا کو صبح و شام فیض پہنچا ہو گا
وہ بھی تعداد میں اُن سے کم نہ ہوں گے
جن کی عمریں رہزنی میں تمام ہوئیں
جن کی آستینیں، بے گُناہوں کے خُوں سے لالہ فام ہوئیں
وہ بھی جن کی دولتِ علم و دانش نے
چہار سُو نُور کی مشعلیں فروزاں کیں
اُن کے مدفن بھی ہیں، یہیں کہیں موجود
جو جہالت مآب تھے سرتاپا
مگر بزورِ زر، عزّت مآب کہلائے
بعض کالے دَھن کو سفید کرتے رہے
ملی اُنہیں بھی سفرِ حجاز کی توفیق
حج و عمرہ اور حرم میں نماز کی توفیق
ایسے حجّاج بھی یہاں محوِ استراحت ہیں!
نسلِ آدمؑ کے مقتدر لوگو!
مادرِ گیتی کا حوصلہ دیکھو
ہر کہ و مہ کو گود میں سمیٹ لیتی ہے
ہے تمیزِ رنگ و بُو سے بہت بالا
حق و باطل کے چکروں سے آزاد

کارزارِ کفر ودیں کی حدود سے باہر
ہر آنے والا ابدؔ وکا اُونٹ ہے گویا
جو بھی آتا ہے پھر نہیں جاتا
پر اس کے ماتھے پہ بل نہیں آتا!
قوموں، نسلوں اور قبیلوں میں مُنقسم لوگو!
مادرِ گیتی کا حوصلہ دیکھو!
حسنِ حُرّیت کے نعرہ زن لوگو!
دفترِ حقِ بشر کے پروانو!
عصمتِ امن کے نگہبانو!
اخوت و مساوات کے ثنا خوانو!
جمہوریت کی دُلہن پہ مرنے والے فرزانو!
اُسے بزمِ دُنیا میں ڈھونڈنے والو!

وہ کہیں اور سنوری بیٹھی ہے
میں ہوں اس کی بزمِ ناز سے واقف
لے چلوں گا تم کو اُس کے مَحمل تک
ایک لمحہ میرے قریب آؤ
میری استدعا پہ غور فرماؤ!
تمہارے قدموں سے صرف چھ فُٹ نیچے
ہر قبرستاں میں اُس کا حجلہ ہے
چار سُو جمہوریت کی خُوشبو ہے
ہر سمت مساوات کا سویرا ہے
میں اسی بیکراں، جاوداں مُلکِ امن وااماں کے دامن میں
گز بھر زمیں کا طالب ہوں
صرف ایک قبر کا سوال ہے یارو!

سالِ نَو ۔ ۲۰۱۴

صادق باجوہ ۔ میری لینڈ

ہنگامہ سا اک شام سے تا صبح بپا ہے
چہروں پہ مسرّت ہے عجب شور مچا ہے

رُخصت ہوا اک سال نیا سال چڑھا ہے
تجدیدِ عزائم ہے کہیں رسمِ دعا ہے

باندھا ہے نیا عہد بھی تجدیدِ وفا ہے
ہر سال اِعادہ ہے طریقہ یہ چلا ہے

مذہب کی کوئی آڑ میں بن بیٹھا خدا ہے
کہتا ہے کوئی ظلم میں ہی امن و بقا ہے

انسان ہی انسان کے خوں کا ہے پیاسا
کیسا یہ اسی دور میں دستور چلا ہے

مانا کہ گنہگار ہیں تقصیر سے پُر ہیں
رحمت بھی تری دین ہے شفقت بھی عطا ہے

تو چاہے تو ہر ایک تباہی سے بچا لے
ہم بھی تیری مخلوق ہیں، تُو ہی تو خدا ہے

آفات بہت سالِ گزشتہ میں تھیں آئیں
اِمسال بلاؤں سے بچالے یہ دُعا ہے

میرے بھائی عزیزم مکرم میجر جنرل (ر) ڈاکٹر نسیم احمد صاحب

عنایت اللہ خان، لاس اینجلس

میرے چھوٹے بھائی عزیزم مکرم میجر جنرل (ر) ڈاکٹر نسیم احمد صاحب کو ہم سے جدا ہوئے تقریباً سترہ سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے۔ تاہم ان کی جدائی کا غم آج بھی زندہ اور تازہ ہے اور اس نافع الناس وجود کی خوبیاں اور افادِ عامہ کیلئے قربانیاں ہر وقت اسکی یاد اور دعا کیلئے تحریک کرتی رہتی ہیں۔

میرے بھائی کا تعلق شعبہ امراض چشم سے تھا۔ آپ نے بفضلہ تعالیٰ 1960ء میں ایف آر سی ایس کی ڈگری جو عام طور پر دو سال کے بعد ملتی تھی لیکن آپ نے اپنی ذہانت اور محنت سے ایک سال سے کم عرصہ میں مکمل کر لی تھی اور بعد میں مور فیلڈ آئی ہسپتال میں کام کیا اور اسطرح عملی طور پر آپ ایک ماہر ڈاکٹر تھے اور پاکستان آرمی میں آپ پہلے ڈاکٹر تھے کہ جنہوں نے امراض چشم کے شعبہ سے منسلک ہوتے ہوئے میجر جنرل کا اعزاز حاصل کیا۔ اسی بناء پر 1995ء میں اپنی قابلیت کی بناء پر ہلال امتیاز (ملٹری) کا تمغہ بھی ملا۔ آپ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بین الاقوامی طور پر شہرت یافتہ تھے۔ اسی بناء پر ضیاء الحق جو اس وقت صدر پاکستان تھے اور جماعت کی مخالفت میں مشہور تھے لیکن اپنے اور اپنے خاندان کے علاج کیلئے آپ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔ گویا معاندینِ احمدیت بھی دل سے مانتے تھے کہ احمدی اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہر قسم کے تعصب سے بالا ہوتے ہیں۔

عزیزم ڈاکٹر نسیم احمد صاحب نے اپنے امراضِ چشم میں ماہر ہونے کی وجہ سے ہزار ہا لوگوں کو زندگی کے اندھیروں سے نکال کر روشنی عطا کی یہ کام آپ نے نہ صرف اپنے ملک میں کیا بلکہ متعدد بیرونی ممالک میں بھی کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر آپ نے دو دفعہ افریقی ممالک میں جا کر یہ خدمت سرانجام دی اور یہ سب کام آپ نے کسی معاوضہ کے بغیر محض جماعتی خدمت کے جذبہ سے کیا۔ الحمدللہ ہمارے بھائی تو اس شعبہ میں عالمی شہرت رکھتے تھے لیکن ان کو یہ سعادت قدرے وراثت میں ملی تھی۔ ہمارے والد خانصاحب ڈاکٹر محمد عبداللہ کوئٹہ کے سول ہسپتال میں پہلے معلم ریڈیالوجسٹ تھے۔ اور اس زمانہ کے لحاظ سے تمام قسم کے آپریشن بشمول آنکھوں کے بڑی کامیابی سے سرانجام دیتے تھے۔ اس وجہ سے تمام صوبہ بلوچستان میں اپنے پیشہ اور حسنِ اخلاق سے نہایت عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ اسطرح خاکسار اور میرے بھائی اسداللہ خانصاحب کا تعلق بھی اسی شعبہ سے رہا۔

قرآنی ارشاد کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے مطابق ہر مخلوق کیلئے فنا مقدر ہے۔ لیکن نہایت ہی خوش قسمت وہ انسان ہے جو مخلوق کی خدمت اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں اس تقدیر سے دوچار ہو۔ اگرچہ ایسی اچانک موت لواحقین کیلئے وقتی طور پر انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے تاہم جدا ہونے والی روح غمرات الموت سے بالا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملتی ہے۔ اسی بناء پر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اچانک موت کو شہادت سے تعبیر کیا ہے۔ ہمارے پیارے بھائی ڈاکٹر نسیم احمد صاحب کی وفات بھی اچانک لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے غیر متوقع طور پر ہوئی۔ 9 مئی 1996ء رات آٹھ بجے جبکہ وہ اپنے معمول کے مطابق مریضوں کو دیکھ رہے تھے اچانک ایک مریض کا نسخہ لکھتے ہوئے ان کے قلم کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اپنی کرسی پر ہی ایک طرف جھک گئے۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا لیکن الٰہی تقدیر غالب آ چکی تھی اور اسطرح ہزار ہا انسانوں کا محسن جس نے لوگوں کی آنکھوں کا نور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بحال کیا تھا وہ خود موت کی تاریکی میں ڈوب گیا اور اسکی اچانک وفات سب کیلئے ناقابل برداشت صدمہ بن گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تدفین پورے ملٹری اعزاز کے ساتھ ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔ آپ کی وفات کا صدمہ تمام جماعت نے اور خاص طور پر راولپنڈی کی جماعت نے شدت سے محسوس کیا۔ کیونکہ آپ اس جماعت کے نائب امیر اور متعدد امور کے روحِ رواں تھے اور تمام چندوں اور خاص طور پر تحریک جدید کی ادئیگی میں مثالی کردار رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت اور رحمتوں سے نوازے اور انکے بچوں اور دیگر پسماندگان کو انکے نیک کاموں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے، آمین۔

آخر میں خاکسار اپنے متعلق دعا کیلئے عرض کرنا چاہتا ہے۔ خاکسار 1987ء میں امریکہ میں وارد ہوا۔ اپنی ملازمت کے دوران خاکسار کو لاس اینجلس جماعت کے ابتدائی دور میں جماعت کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح کچھ عرصہ ناظم انصاراللہ بھی رہا اب عمر کے آخری دور سے گزر رہا ہوں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ انجام بخیر فرمائے اور میری اولاد کو بھی خدمت دین کی توفیق ملتی رہے، آمین۔

ارشادات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

حضورؓ نے تقسیم سے قبل قادیان میں منعقد ہونے والے آخری جلسہ سالانہ میں اپنے افتتاحی خطاب میں یہ پُر شوکت اعلان فرمایا:

''عیسائیت نے سر اٹھایا اور ایک لمبے عرصہ تک اس نے حکومت کی مگر اب عیسائیت کی حکومت اور اس کے غلبہ کا خاتمہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ عیسائیت کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا بھی خاتمہ ہو جائے تو وہ کہہ سکیں کہ دنیا پر جو آخری جھنڈا لہرایا وہ عیسائیت کا تھا مگر ہمارا خدا اس امر کو برداشت نہیں کرسکتا۔ دنیا میں آخری جھنڈا محمد رسول اللہ ﷺ کا گاڑا جائے گا اور یقیناً یہ دُنیا تباہ نہیں ہوگی جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا ساری دنیا پر اپنی پوری شان کے ساتھ نہیں لہرائے گا۔'' (الفضل 27 دسمبر 1964ء)

اسی طرح آپ نے زندگی کے ہر لحہ کو خدمت دین کیلئے صرف کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''۔۔۔اگرچہ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ قادیان ہمیں واپس ملے گا اور ایک مومن کو یہی امید رکھنی چاہیئے کہ قادیان ہمیں واپس ملے گا اور وہی ہمارا مرکز ہوگا لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ عملاً ہمارا مرکز وہی ہوگا جہاں ہمیں خدا تعالیٰ رکھنا چاہتا ہے۔ پس ہمیں اس نکتہ کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنے کاموں کو وسیع کرنا چاہیئے اور اس بات کو نظر انداز کر کے کہ ہم نے قادیان واپس جانا ہے اپنا کام کرتے چلے جانا چاہیئے۔۔۔تا یہ پتہ لگے کہ ہمیں کام سے غرض ہے ہمیں قادیان سے کوئی غرض نہیں۔ ہمیں ربوہ سے کوئی غرض نہیں۔ اگر ہمیں خدا تعالیٰ لے جائے تو ہم وہاں چلے جائیں گے ورنہ نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے نوکر ہیں کسی جگہ کے نوکر نہیں۔ اگر ہم کسی جگہ سے محبت کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اسے عزت دی ہے پس مومن کو اپنے کاموں میں سست نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔'' (الفضل فضل عمر نمبر 66 الفضل 26 مارچ 1966ء صفحہ 8)

''مومن کا مذہب قومی مذہب ہوتا ہے اُس کی نیک خواہشات صرف اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ تمام بنی نوع انسان تک وسیع ہوتی ہیں۔ وہ ایک عالمگیر مؤاخات کا زبردست حامی ہوتا ہے اور تمام چھوٹوں اور بڑوں کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ صرف میں نیک بنوں بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ میرا ساتھی بھی نیک ہو اور دنیا میں صلح اور آشتی کی بنیاد ایسی مضبوط ہو کہ کوئی زلزلہ اُس کو جنبش میں نہ لا سکے۔ یہی باتیں ہیں جو دنیا میں قوموں کو ہلاکت سے بچایا کرتی ہیں۔ جس قوم کے افراد میں یہ باتیں پائی جائیں اُس قوم کو کوئی ہلاک نہیں کرسکتا خواہ اُس کے دس افراد ہوں، سَو ہوں، ہزار ہوں، دس ہزار ہوں وہ بہر حال غالب آتی ہیں اور دنیا میں قائم رہتی ہیں۔ پس فرماتا ہے وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ ہم زمانہ نبوت کو یا دہر کو رسول کریم ﷺ کے آخری زمانہ کو اس بات کی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ یہ تین صفتیں مومنوں کے اندر پائی جائیں گی اِس لئے وہ یقیناً جیت جائیں گے اور چونکہ یہ تین صفتیں اُن کے دُشمنوں کے اندر نہیں پائی جائیں گی اس لئے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ضرور ہاریں گے۔'' (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 572)

بسم اللہ الرحمان الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

براہِ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی کتاب یا مقالہ لکھا ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

"ریسرچ سیل" ایسی تمام کتب / اخبارات و رسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔

درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔ اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔

آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

ضروری کوائف:

• کتاب کا نام: • مصنف / مرتب / مترجم کا نام: • ایڈیشن: • مقام اشاعت:

• تاریخ اشاعت: • ناشر / طابع: • تعداد صفحات: • زبان: • موضوع:

برائے رابطہ فون نمبرز:

انچارج ریسرچ سیل، پی او باکس 14 چناب نگر ربوہ پاکستان

آفس: 0092476214953

Res:0476214313, Mob:03344290902

فیکس نمبر: 0092476211943

ای میل: *research.cell@saapk.org*

انچارج ریسرچ سیل ربوہ